تحریکِ احمدیّت

اور اس کے

نقّاد

مؤلفہ

مولوی دوست محمد صاحب شاہد

شعبہ اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ مقامی۔ ربوہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

(از حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ مکرم برادرم مولوی دوست محمد صاحب کا ایک قیمتی اور خیال افروز مقالہ "تحریک احمدیت اور اس کے نقاد" کے نام سے ہدیۂ ناظرین کر رہی ہے۔

میں امید کرتا ہوں کہ یہ قیمتی مقالہ احباب جماعت کے علم میں قیمتی اضافہ کا موجب ہوگا۔ اور تبلیغ احمدیت میں بھی بہت ممد ثابت ہوگا۔ یہ ایک حقیقت ہے جس پر مذاہب عالم کی تاریخ گواہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والوں پر ایک ہی قسم کے اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ جو اہل علم کے لئے اس بات کا مزید ثبوت ہوتا ہے۔ کہ یہ پاکباز ایک ہی منبع سے نکلنے والے اور ایک ہی سرچشمہ سے پینے والے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ۔ یعنی تجھ پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں

وہ وہی ہیں جو تجھ سے پہلے انبیاء پر کئے جاتے تھے۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ تجھے ان انبیاء گذشتہ سے اور تیرے دشمنوں کو ان انبیاء کے مخالفوں سے مشابہت ہے۔

اس مقالہ کے مطالعہ سے آپ پر قرآن کریم کے اس بیان کی صداقت ثابت ہو جائے گی۔ کیونکہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں۔ اگر ان کو قبول کیا جائے۔ تو کوئی نبی ایسا نہیں۔ جو ان اعتراضات کی زد سے بچ جائے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ احمدیت کے نقّاد تعصّب اور عناد سے کام لیتے ہیں۔ اور حق جوئی اور حق طلبی ان کے مدّنظر نہیں ہوتی۔

میں احباب جماعت

خصوصًا مجالس خدّام الاحمدیّہ

سے درخواست کروں گا۔ کہ وہ اس مفید مقالہ کی اشاعت میں زیادہ سے زیادہ حصّہ لیں۔ اور خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کے لئے دیں!

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ برادرم مکرم مولوی دوست محمدؐ

صاحب کو ان کی اس محنت کی جزائے خیر دے۔ اور اس کے اعلیٰ نتائج پیدا فرمائے۔ اور ان کا یہ مقالہ بہتوں کے لئے ہدایت پانے اور قبول کرنے کا ذریعہ ثابت ہو۔

والسّلام

مرزا رفیع احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

تحریکِ احمدیّت اور اُس کے نقّاد

بین الاقوامی اِسلامی تحریک احمدیّت ایک بین الاقوامی اسلامی تحریک ہے جو انیسویں صدی کے آخر میں خدا تعالیٰ کے حکم اور اس کے قدیم نوشتوں کے مطابق قائم ہوئی۔ یہ تحریک عین اُس وقت معرضِ وجود میں آئی جبکہ نیکی، تقویٰ، پاکیزگی اور انسانیت کے اوصاف مفقود ہو گئے تھے اور اسلام کے دشمن مکّہ اور مدینہ پر صلیب کا جھنڈا لہرانے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ اور مسلمان منکرِ اسلام کا مرثیہ پڑھتے ہوئے بڑے دردناک لہجہ میں کہہ رہے تھے کہ ؎

وہ دین ہوئی بزمِ جہاں جس سے چراغاں
اب اس کی مجالس میں نہ بتّی نہ دیا ہے
فریاد ہے اے کشتیٔ امّت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے۔ (حالیؔ)

یہ تھی وہ دردناک حالت!! جبکہ دمشق کے عین مشرق اور شمالی ہند کی ایک گمنام بستی قادیان سے یہ پُرشوکت آواز بلند ہوئی کہ محمد مصطفےٰ!

صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا دم بھرنے والو! کفر و تثلیث کے تسلط اور استیلاء سے دلگیر مت ہو۔ خدا نے مجھے اسلام کے قالب میں زندگی اور تازگی کی نئی رُوح پھونکنے اور مسلمانوں کو پھر سے عہدِ رفتہ کی شان وشوکت سے ہمکنار کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ اب کُفر کا جھنڈا سرنگوں ہونے والا اور اسلام کا پرچم لہرانے والا ہے۔ اور خُدا کی یہ تقدیر ہے کہ یہ دنیا ختم نہیں ہو سکتی۔ جب تک ایک دفعہ پھر اسلام کا جھنڈا پوری شان سے ہر مُلک ہر قوم ہر بستی ہر شہر بلکہ ہر دل میں لہرانا شروع نہ ہو جائے۔ یہ آواز امام الزمان حضرت مسیرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تھی۔ جن کا کلمہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" جن کا مسلک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور جن کا عمل اشاعت اسلام کے سوا کچھ نہیں تھا۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

"مجھے اللہ جل شانہ، کی قسم ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میرا عقیدہ ہے۔ اور وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔ میں اپنے اس بیان پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں۔ جس قدر خدا تعالٰے کے پاک نام ہیں۔ اور جس قدر قرآن کریم کے حروف ہیں اور جس قدر

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالےٰ کے نزدیک کمالات ہیں"۔ [1]

پس آپ وہی اسلام لے کر آئے جسے آج سے چودہ سو سال پہلے فخرِ کائنات سید الموجودات قائد المرسلین خاتم النبیین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا تھا۔ مگر یہ اسلام چونکہ قرنوں اور صدیوں کے اثرات کے نتیجے میں اپنی اصلی شکل میں باقی نہیں رہا تھا۔ اس لئے آپ کی تحریک بدقسمتی سے ایک نیا اسلام سمجھ لی گئی ۔ اس المناک صورتِ حال کی وضاحت کے لئے ایک مادی مثال عرض کرتا ہوں ۔ وہ لوگ جنہیں دریائے چناب کا منبع دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے ۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ یہ دریا جس چشمہ سے نکلتا ہے۔ وہ اتنا صاف و شفاف ہے کہ اس میں گری ہوئی سوئی بھی بآسانی نظر آ سکتی ہے۔ مگر ربوہ کی پہاڑی کے دامن میں بہنے والے چناب میں اگر ہاتھی بھی غرق ہو جائے تو دکھائی نہیں دے گا۔ اس لئے کہ اصل چشمہ کا پانی سینکڑوں میل کی مسافت طے کرنے کے بعد اور کئی ندیوں اور نالوں کے پانی سے ملنے اور مختلف طرز کے میدانوں کی مٹی اپنے ساتھ بہا لانے کی وجہ سے اپنی رنگت ہی نہیں بلکہ ذائقہ بھی کھو بیٹھتا ہے۔ اس صورت میں اگر کوئی شخص اس کے اصلی چشمہ سے پانی

---

[1] "کرامات الصادقین" صفحہ ۲۵

لے آئے اور یہ دعویٰ کرے۔ کہ یہی چناب کا پانی ہے تو لوگ اسے یا تو غلطی خوردہ قرار دیں گے یا دیوانہ!

حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام اسی وجہ سے ارشاد فرماتے ہیں:۔

این آتشم ز آتشِ مہرِ محمّدی است
ویں آبِ من ز آبِ زلالِ محمّدؐ است
این چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمّدؐ است

یعنی مَیں تو براہِ راست حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامّی وروحی وجنانی) کے سمندر سے پانی لایا ہوں اس سمندر کے کمالات کا یہ کرشمہ ہے کہ وہاں سے حاصل کیا ہوُا ایک قطرہ چشمۂ رواں کی صورت میں بہہ رہا ہے۔ اور میں اُسے تشنگانِ اقوامِ عالم کو سیراب کرنے کے لئے پیش کر رہا ہوں۔

ردِّ عمل اس عظیم الشان دعویٰ کا طبعی طور پر یہی ردِّ عمل ہونا چاہیئے تھا اور یہی ہوُا کہ حضور کے خلاف پوری دنیا میں ایک زبردست طوفان اُٹھ کھڑا ہوُا۔ حق یہ ہے کہ خود مسلم زعماء کی نگاہ میں بھی مسلمانوں کا سوادِ اعظم مرکزِ ہدایت وصداقت سے اس قدر دُور جا چکا تھا کہ اگر اس وقت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی بنفسِ نفیس تشریف لے آتے تو آپؐ کے لائے ہوئے اسلام کی سخت مزاحمت کیجاتی

چنانچہ انیسویں صدی کے مشہور مسلمان سیاسی مصلح سرسید احمد خاں مرحوم لکھتے ہیں :۔

"اگر آج خدا کی توحید کا سبق دینے والا اور دنیا میں وحدت و یگانگی پھیلانے والا تھوڑی ہی دیر کے لئے ہمارے ہاں آوے اور اپنی اُمّت کا حال دیکھے تو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری اور سارے عالم کی جان ہے۔ کہ وہ مشکل سے پہچانے گا کہ یہ اس کی وہی امّت ہے جس کو اس نے توحید کا سبق سکھایا تھا۔" [1]

اسی طرح عراق کے ایک مشہور عالم شیخ محمد رضا شیبی فرماتے ہیں :۔

الالیتَ شِعری ما تری رُوْحُ (احمد)
اِذَا اطالعتنا مِنْ عَلٍ اَو اطلّت
واکبرظنّی لَوْ اَتَانَا (محمّدٌ)
للاقی الّذِیْ لاقاہُ مِنْ اَھلِ مَکّۃ
عَدَلنَا عَنِ النّورِ الّذِی جاء نَابِہٖ
کَمَا عَدَلَتْ عَنْہُ قُرَیْشٌ فَضلّت
اِذَنْ لقضٰی لامَنْھَجُ النّاسِ مَنْھَجِیْ
وَلَا مِلّۃُ القَوْمِ الاوَاخِرِ مِلّتِی [2]

---

[1] تہذیب الاخلاق جلد اوّل صفحہ ۳۴۴۔ [2] روزنامہ "کوہستان" ۲۷ ستمبر ۱۹۵۸ء صفحہ ۱

یعنی اگر حضرت احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی روح عالمِ بالا پر ہمارے حالات سے واقف ہو جائے یا ہمیں جھانکے اور دیکھ پائے تو معلوم نہیں ہمارے متعلق کیا رائے قائم کرے؟ میرا گمانِ غالب ہے۔ کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم آج ہمارے پاس تشریف لے آئیں تو آپ کو آج بھی اس قوم کے ہاتھوں اسی طرح مصائب اور انکارِ حق سے دوچار ہونا پڑے گا۔ جس طرح آپ پہلے اہلِ مکہّ کے ہاتھوں دوچار ہوئے تھے۔ کیونکہ ہم اس نورِ حق سے جسے آپ لے کر مبعوث ہوئے تھے اسی طرح روگردانی کر چکے ہیں۔ جس طرح قریش نے مُنہ پھیر لیا تھا اور گمراہی کے گڑھے میں جا پڑے تھے۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہماری زبوں حالی اور راہِ حق سے بیزاری دیکھ کر یقیناً یہ فیصلہ فرمائیں گے۔ کہ یہ لوگ جس راستہ پر چل رہے ہیں۔ یہ میرا بتایا ہوا راستہ نہیں ہے اور آخری زمانہ کے لوگوں نے جو مذہب اختیار کر لیا ہے وہ ہرگز میرا مذہب نہیں۔

امام مہدی کی مخالفت سے متعلق پیشگوئیاں

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دوبارہ تشریف آوری یا مسیح موعود کی آمد کے سلسلہ میں سب سے زیادہ جن اصحاب سے پُرجوش استقبال کی توقع ہو سکتی تھی وہ علماء وقت اور مشائخ عصر تھے مگر اُن کی نسبت سرتاج الصوفیاء حضرت محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ علیہ نے پیشگوئی فرمائی۔

"اِذَا خَرَجَ هٰذَا الاِمَامُ المَهْدِیُّ فَلَیْسَ لَهٗ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ اِلَّا الْفُقَهَاءُ خَاصَّةً فَاِنَّهٗ لَا یَبْقٰی لَهُمْ رِیَاسَةٌ" [1]

یعنی جب امام مہدی کا ظہور ہوگا۔ تو علمائے زمانہ سے بڑھ کران کا کوئی کھلا دشمن نہیں ہوگا۔ کیونکہ ان کا اثر ورسوخ جاتا رہے گا۔

اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ خبر دی:۔

"علمائے ظواہر مجتہداتِ اُو را علیٰ نبیّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام از کمالِ دقّت وغموضِ ماخذ انکار نمایند ومخالف کتاب وسنّت دانند" [2]

یعنی علمائے ظواہر مہدی موعود کے اجتہادات کا انکار کرکے ان کو قرآن وسنّت کے خلاف قرار دیں گے۔ کیونکہ ان کے اجتہادات کے ماخذ نہایت لطیف و دقیق ہوں گے۔

فتویٰ کفر کی بنیادی وجہ اور اس کا تجزیہ

قابلِ توجہ امر یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے خلاف ۱۸۹۱ء میں جو فتویٰ کفر دیا گیا اس میں بنیادی وجہ نظریہ وفاتِ مسیح اور دعویٰ مثیلِ مسیح قرار دی گئی حالانکہ اربابِ علم و دانش لفظِ مسیح کا اطلاق مماثلت کی وجہ سے

---

[1] فتوحات مکیہ جلد سوم ص۳۷۴ ۔ [2] مکتوبات جلد ۲ ص۱ مکتوب ۵۵

مختلف افراد پر کرتے رہے ہیں۔ حتیٰ کہ مسیح الملک ایک خطاب بن گیا ہے جو حاذق طبیبوں کو دیا جاتا ہے۔ چنانچہ مسیح الملک حکیم اجمل خاں کے الفاظ اس کی واضح مثال ہیں۔ اسی طرح علامہ اقبال قائداعظم محمد علی جناح کی نسبت لکھتے ہیں ؎

لنڈن کے عرشِ نادرہ فن سے پہاڑ پر
اُترے مسیح بن کے، محمد علی جناح [1]

اسی طرح ایک اہلحدیث شاعر جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

باغبانِ گلشنِ توحید و سنّت آپ تھے
اے مسیحا! آپ کے دم سے یہ کھیتی تھی ہری [2]

شمس العلماء جناب مولوی محمد حسین صاحب آزادؔ آبِ حیات میں لکھتے ہیں کہ مشہور شاعر شیخ امام بخش ناسخ ایک دفعہ نواب نصیر الدین حیدر کے دربار میں حاضر تھے۔ حُقّہ سامنے تھا۔ نواب صاحب نے کہا۔ شیخ صاحب! اس پر کچھ کہئے۔ چنانچہ انہوں نے فی البدیہہ یہ قطعہ کہا۔ ؎

حقّہ جو ہے حضورِ معلّیٰ کے ہاتھ میں
گویا کہ کہکشاں ہے ثریا کے ہاتھ میں
ناسخ یہ رب بجا ہے ولیکن تو عرض کر

---

[1] رسالہ چٹان ۲۰ راپریل ۱۹۶۴ء صفحہ ۶۔ [2] "تبِ ثنائی" صفحہ ۱۴۱ از مولوی عبد المجید صاحب سوہدروی)

بے جان بولتا ہے مسیحا کے ہاتھ میں[1]

آہ! کیا عجیب بات ہے کہ حقّہ پینے والوں کو تو مسیح سے تشبیہہ دی جا سکتی ہے۔ مگر عرش کا خدا کسی شخص کو مسیح ابن مریمؑ کے نام سے موسوم نہیں کر سکتا۔ ع این چہ بوالعجبی است!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو بات ہی واضح فرما دی تھی۔ کیونکہ حضورؐ نے آنے والے موعود کو جہاں عیسیٰ ابن مریمؑ کا نام دے کر اسے چار دفعہ "نبی اللہ" کہا وہاں یہ بھی تصریح فرما دی کہ

"لاالمھدی الا عیسیٰ ابن مریمؑ"[2]

یعنی حضرت عیسےٰ ہی امام مہدی ہیں۔

نیز فرمایا۔ "اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ"[3]

"فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ"[4] یعنی یہ عیسیٰ بن مریم نبی اللہ امت محمدیہ کا ایک فرد ہوگا۔ چنانچہ مولوی عبد القیوم صاحب ندوی نے اپنی کتاب "خطبات نبویؐ" کے صلا۲ پر حدیث نزول عیسےٰ کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ

"اس کے بعد عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام میری امت میں انصاف کرنے والے حاکم کی حیثیت میں پیدا ہوں گے۔"[5]

---

[1] "آب حیات" صلا۳۶۲-۳۶۳۔ [2] ابن ماجہ۔ [3] بخاری شریف۔
[4] مسلم شریف۔ [5] "خطبات نبویؐ" صلا۲۔

پس امّت کو صرف اور صرف اس عیسٰی بن مریمؑ کی آمد کا وعدہ دیا گیا ہے جو امّتِ محمدیہ میں پیدا ہوگا۔

امام مہدی کو عیسٰی بن مریم کہنے میں ایک عظیم الشان فلسفہ

در اصل امام مہدی کو عیسٰی بن مریم کہنے میں ایک عظیم الشان فلسفہ کارفرما ہے جس سے نہ صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبردست قوتِ قدسیہ اور فیضان کا پتہ چلتا ہے۔ بلکہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک چمکتا ہوا نشان ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ حضور نے امام مہدی کو عیسٰی بن مریم سے محض تشبیہ نہیں دی۔ بلکہ اس کی شخصیت کو "عیسٰی بن مریم" ہی سے موسوم فرمایا ہے۔ جیسا کہ کوئی شخص کسی کو چاند کی طرح کہنے کی بجائے چاند کہہ دیتا ہے۔ حضور نے محض تشبیہ کی بجائے استعارہ کا یہ انداز اختیار فرما کے نہایت لطیف پیرایہ میں یہ بے نظیر پیشگوئی فرمائی ہے کہ آنے والے امام مہدی کو عیسٰی بن مریم سے معمولی مشابہت نہیں ہوگی۔ بلکہ اس کے وجود میں عیسٰی بن مریم کے حالات و سوانح اتنی کثرت سے پورے ہوں گے کہ دنیا کو محسوس ہوگا کہ سچ مچ یروشلم والا مسیح دوبارہ کدعہ کی بستی میں نمودار ہو گیا ہے۔ چنانچہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحفہ گولڑویہ (صفحہ ۱، ۲، حاشیہ) اور تذکرۃ الشہادتین (صفحہ ۲۹ تا صفحہ ۳۳) میں حضرت مسیح علیہ السلام سے اپنی متعدد حیرت انگیز مماثلتیں بیان فرمائی ہیں۔ جو نہایت درجہ ایمان افروز ہیں۔ خاکسار نے ستمبر ۱۹۲۵ء میں جبکہ یہ عاجز

جامعہ احمدیہ کا طالب علم تھا "ریویو آف ریلیجنز" اُردو میں اس موضوع پر اکتیس صفحات پر مشتمل ایک مضمون لکھا تھا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی حضرت مسیح ناصری علیہ السّلام کے ساتھ اسّی کے قریب مشابہتیں بیان کی تھیں - اور حقایق و واقعات کی روشنی میں ثابت کیا تھا کہ مسیح موسوی اور مسیح محمدی اپنی ولادت سے لے کر وفات تک ہر ایک اہم مرحلہ پر ایسے غیر معمولی رنگ میں مماثل و مشابہ ہیں کہ اس میں انسانی دخل کا تصوّر نہیں ہو سکتا - بلکہ اس کے پیچھے خدا تعالےٰ کی زبردست قدرت کا ہاتھ صاف طور پر کام کرتا نظر آتا ہے -

ایک عجیب مشابہت اس حقیقت کی وضاحت کے لئے میں یہاں بطور نمونہ ایک عجیب واقعہ بیان کرتا ہوں - انجیل (متی باب ۴) میں لکھا ہے کہ شیخ نجدی[۱] یعنی شیطان نے حضرت مسیح علیہ السّلام سے یہ مطالبہ کیا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے - تو ہیکل کے کنگرے سے اپنے تئیں نیچے گرا دے کیونکہ لکھا ہے - کہ وہ تیری بابت اپنے فرشتوں کو حکم دے گا - اور وہ تجھے ہاتھوں پر اٹھا لیں گے مگر حضرت مسیح نے اس سے انکار کر کے جواب دیا کہ یہ بھی لکھا ہے کہ خداوند اپنے خدا کی آزمائش نہ کر ـــ عجیب بات ہے کہ بالکل اسی قسم کا واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی پیش آیا - اس اجمال کی تفصیل یہ ہے - کہ

---

[۱] "شیخ نجدی لقب شیطان است" (غیاث اللغات)

۱۸۹۷ء میں ایک صاحب نے جن کا نام شیخ محمد رضا طہرانی نجفی تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کے نام اشتہار دیا۔ کہ آئیے ہم دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھکر مسجد شاہی لاہور کے مینارے سے چھلانگ لگائیں جو صادق ہوگا وہ محفوظ رہے گا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے حضرت مسیح ناصری علیہ السّلام کی طرح یہ تجویز پائے استحقار سے ٹھکرا دی اور وہی جواب دیا۔ جو حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے دیا تھا۔ یعنی مجھے اپنے خدا کی آزمائش منظور نہیں۔ چنانچہ حضور نے اپنے جوابی اشتہار میں تحریر فرمایا:

"عجیب سوال است کہ در دنیا صرف دو مرتبہ واقع شدہ از عیسٰے بن مریم شیخ نجدی ایں سوال کردہ بود و ازیں شیخ نجفی زہے مناسبت پس جواب ما ہماں است کہ عیسٰے علیہ السّلام شیخ نجدی را دادہ بود۔ انجیل را بہ بیند تسلّی خود فرمائید۔"[۱]

یعنی یہ عجیب سوال ہے جو دنیا میں صرف دو بار کیا گیا ہے۔ حضرت عیسٰے علیہ السّلام سے شیخ نجدی نے یہ سوال کیا تھا اور مجھ سے شیخ نجفی کر رہے ہیں۔ کیا عجیب مناسبت ہے!! پس میں بھی وہی جواب دیتا ہوں جو عیسٰے علیہ السلام نے شیخ نجدی کو دیا تھا اور جسے آپ انجیل دیکھ کر اپنی تسلّی فرما سکتے ہیں۔

---

[۱] "تبلیغ رسالت" جلد ششم حاشیہ صفحہ ۱۱۱

یہ تو مَیں نے صرف ایک مثال عرض کی ہے۔ ورنہ جیسا کہ میں اشارہ کر چکا ہوں دونوں مسیحوں کے حالات و واقعات میں بکثرت اور بے نظیر اشتراک پایا جاتا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ جوں جوں تحقیقات کا دائرہ وسیع ہوتا جائے گا متعدد نئے نئے پہلو منکشف ہوں گے۔

دعویٰ مثیلِ مسیح کا زبردست روحانی ثبوت

واقعاتی شہادتوں کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ مثیلِ مسیح کے ثبوت میں ایک زبردست رُوحانی ثبوت یہ دیا ہے کہ

"خدا کی عجیب باتوں میں سے جو مجھے ملی ہیں ایک یہ بھی ہے جو میں نے عین بیداری میں جو کشفی بیداری کہلاتی ہے۔ یسوع مسیح سے کئی دفعہ ملاقات کی ہے۔ اور اس سے باتیں کر کے اس کے اصل دعویٰ اور تعلیم کا حال دریافت کیا ہے .....
یہ مکاشفہ کی شہادت بے دلیل نہیں ہے بلکہ میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر کوئی طالب حق نیّت کی صفائی سے ایک مدّت تک میرے پاس رہے اور وہ حضرت مسیح کو کشفی حالت میں دیکھنا چاہے تو میری توجہ اور دعا کی برکت سے وہ ان کو دیکھ سکتا ہے۔ ان سے باتیں بھی کر سکتا ہے۔ اور اُن کی نسبت ان سے گواہی بھی لے سکتا ہے۔ کیونکہ مَیں وہ شخص ہوں جس کی رُوح میں بروز کے طور پر یسوع مسیح کی رُوح سکونت رکھتی ہے۔"[1]

---

[1] "تحفہ قیصریہ" صفحہ ۱۶

ایک دلچسپ واقعہ اس موقعہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا بیان فرمودہ ایک واقعہ پیش کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا۔ آپ نے دعویٰ کرنے میں غلطی سے کام لیا ہے۔ اگر آپ پہلے مولویوں کے سامنے یہ بات پیش فرماتے کہ اسلام کی حالت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے عقیدہ سے سخت خطرہ میں ہے مسلمان روز بروز کم ہو رہے ہیں اور عیسائی بن رہے ہیں اس کا علاج بتائیں۔ تو اس وقت سب کے سب یہ کہدیتے کہ اس کا علاج آپ ہی سوچیں۔ پھر آپ ان کو اس کا علاج یہ بتاتے کہ قرآن مجید سے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی وفات ثابت ہے اس پر سب مولوی کہتے کہ بہت اچھی بات آپ نے سوچی ہے۔ پھر دوسرا امر ان مولویوں کے سامنے یہ پیش فرماتے کہ حدیثوں میں عیسیٰ کے آنے کا ذکر ہے۔ غیر مسلم قومیں اگر اس پر معترض ہوں تو اس کا کیا جواب ہوگا؟ اس وقت بھی یہ علماء کہتے کہ آپ ہی اس کا جواب ہمیں بتائیں۔ آپ جواب میں یہ فرماتے کہ عیسیٰ سے مراد وہ عیسےٰ نہیں جو ایک دفعہ دُنیا میں آچکا ہے، بلکہ عیسےٰ سے مراد مثیل مسیح ہے۔ پھر تیسرا امر یہ پیش فرماتے۔ کہ حدیثوں میں عیسیٰ کے زمانہ کے متعلق جو علامات بیان ہوئی ہیں

ان میں سے بعض اس زمانہ میں نظر آتی ہیں۔ پس کیوں نہ علماء امت میں سے ایک شخص کے متعلق کہا جائے کہ وہی مثیل مسیح ہیں۔ تو سب علماء اس پر کہتے کہ یہ بالکل درست ہے اور آپ سے زیادہ مستحق اس دعویٰ کا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد آپ دعویٰ کر دیتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ..... فرمایا۔ کہ بے شک اگر انسانی منصوبہ ہوتا۔ تو میں ایسا ہی کرتا۔"[1]

تحریکِ احمدیت کی زبردست مزاحمت

خیر یہ بات تو برسبیلِ تذکرہ آ گئی۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام چونکہ وہی حقیقی اسلام لے کر تشریف لائے جو زمان و مکاں کے تغیرات و حوادث کی وجہ سے اس دنیا سے اُٹھ چکا تھا۔ اور "لا یبقی من الاسلام الا اسمہٗ" کی وعید ہر جہت سے پوری ہو چکی تھی۔ اس لئے آپ کو مسلمانوں کے ہر حلقے اور ہر طبقے کی طرف سے زبردست مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔

اس مزاحمت کا آغاز کرنے والوں میں سرِ فہرست جناب مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈووکیٹ اہلحدیث تھے۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ مسیحیت سنتے ہی پورے ملک کا ایک

---

[1] الفضل ۲۱ مارچ ۱۹۳۷ء ص ۶

طوفانی دورہ کیا۔ اور آپ کو "عقائد قدیمہ اسلامی کا رہزن" قرار دے کر ایک استفتاء تیار کیا اور علماء سے آپ کے خلاف کفر و ارتداد کے فتوے حاصل کئے۔ اور اسے اپنے رسالہ "اشاعۃ السنۃ" میں شائع کر کے مخالفت کا زبردست طوفان برپا کر دیا جس نے دیکھتے ہی دیکھتے سارے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ سوشل بائیکاٹ، ایذا دہی، تقریری و تحریری حملے، قتل کے منصوبے الزامات بغاوت میں ماخوذ کرانے کی سازشیں، غرضیکہ تحریک احمدیت کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کا کوئی طریق ایسا نہیں تھا جو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور ان کے ہمنواؤں نے استعمال نہ فرمایا ہو۔ مگر خدائی سنّت کے مطابق تیز نظر رکھنے والے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دامن سے وابستہ ہونے لگے۔ البتہ ایک طبقہ ایسا بھی تھا جس نے اپنے ظرف اور اپنی استعداد کے مطابق اس خالص سونے کی جھلک تو دیکھ لی۔ اور پھر اس کا قولاً (شعوری یا غیر شعوری طور پر استفادہ کر کے) یا عملاً اقرار بھی کیا۔ مگر انہیں کھلم کھلا احمدیت کا اعلان کرنے کی توفیق نصیب نہ ہوئی۔

میں انہیں حضرات کو نقّاد کہتا ہوں اور انہی کا تذکرہ اس وقت مجھے کرنا ہے۔

تنقید لغت اور اصطلاح کی روشنی میں

لغوی اعتبار سے نقّاد کا ماخذ نَقد ہے اور نَقد پرکھنے کو کہتے ہیں۔ ناقد اور نقّاد اس شخص کو کہا جاتا ہے۔ جو علمی امور کے معنوی

حُسن وقبح کی جانچ پڑتال کرکے دیانتدارانہ رائے قائم کرے۔ کیونکہ تنقید کا اصل مقصد یہ ہے کہ تازہ تازہ کلیوں سے عطر و جوہر کھینچ کر دیدہ زیب شیشوں میں بھر دیا جائے۔ اور اس کے پہلو میں زہریلے کانٹوں اور خراب پھولوں کا عرق بھی مصفّٰی ظروف میں رکھ دیا جائے تا دیکھنے اور سونگھنے والا خود لطیف و نفیس رنگ و بُو کو کثیف رنگ و بُو سے علیحدہ کرلے۔ تنقید کی اس تعریف سے ظاہر ہے کہ اس کے مفہوم میں تعریف اور تنقیص دونوں پہلو شامل ہیں۔ اسی لئے ادباء اس بات پر متفق ہیں۔ کہ تنقید بڑی ذمہ داری کا کام ہے جسے ہر شخص انجام دینے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ ایک ناقد کے لئے جہاں تبحر علمی، اور غیر جانبداری کی شرط ہے وہاں علمِ کلام، علم اللسان، قواعد و روزمرہ لغات، مصطلحات اور محاورات سے پوری طرح واقف اور باخبر ہونا بھی ضروری ہے۔ ان عمومی خصوصیات کے علاوہ دینی تحریکات پر قلم اٹھانے یا لب کشائی کرنے والے ناقد کو خدا ترس، متین، منصف، متوازن باوقار، سنجیدہ، وسیع القلب اور بڑے دل گردہ کا مالک ہونا چاہیئے قلم و لسان کی تیزی، جذباتیت پسندی، مفاد پرستی، جنبہ داری اور اشتعال انگیزی، سیاسیاتِ حاضرہ کے لئے خواہ کتنی ہی مفید کیوں نہ ہوں ایک دینی نقّاد کے لئے بلا مبالغہ زہرِ ہلاہل اور سمِّ قاتل ہیں — میں اپنے اس دعوٰی کی تائید میں مشہور صاحبِ کشف و الہام بزرگ حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ بیان

کرتا ہوں۔

کہتے ہیں کہ حضرت مولانا عبد اللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص بحث کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ بڑے شوق سے بحث کیجئے۔ شرط صرف یہ ہے کہ نیت نیک ہو۔ اس شخص پر اس نصیحت کا ایسا گہرا اثر ہوا کہ وہ مناظرہ سے ہی دستکش ہو گیا۔ حق یہ ہے کہ اس دین میں "تنقید برائے تنقید" کی گنجائش ہی کہاں ہو سکتی ہے جس کی آسمانی کتاب "اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ" کی زریں ہدایت دیتی ہو۔ جس کے نبی کامل نے "کَلِمَۃُ الْحِکْمَۃِ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ" کا زریں اصل بیان فرمایا ہو اور جس کے علماء "اُنْظُرُوْا اِلٰی مَا قَالَ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰی مَنْ قَالَ" کا مسلک رکھتے ہوں۔

ہمارا معاشرہ اور فنِ انتقاد

مگر ہمارے معاشرہ میں فنِ انتقاد کا جو معیار قائم ہو چکا ہے۔ اس کا اندازہ سیرت کمیٹی کے بانی جناب عبد المجید صاحب قرشی مرحوم کے ایک چشم دید واقعہ سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ آپ کا بیان ہے کہ

"ایک بوڑھا شخص بازار سے گذر رہا تھا۔ ایک شخص بولا دیکھو کیسی نورانی صورت ہے۔ دکاندار نے کہا۔ اجی یہ تو مرزائی ہے۔ اب تعریف کرنے والا چپ ہو گیا۔ اور دو ایک منٹ کے بعد بولا۔ تبھی اس کے منہ پر

پھٹکار برس رہی ہے"۔[1]

یہ نہ سمجھ لیجئے کہ یہ صورت حال صرف عوامی حلقوں تک محدود ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ بالخصوص وہ اصحاب علم و فہم جنہیں مسندِ خطابت اور منبرِ موعظت پر قدم رکھنے کا "فخر حاصل" ہے۔ اسی رنگ میں رنگین نظر آتے ہیں۔ (الا ماشاء اللہ) یہ اسلوبِ فکر محض اتفاقی نہیں۔ بلکہ تحریک احمدیت کے سب سے پہلے نقاد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی "باقیات" کا ایک حصّہ ہے۔ چنانچہ حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی رضؓ نے اپنی کتاب "تذکرۃ المہدی" میں لکھا ہے۔ کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے مباحثہ لدھیانہ کے ایام میں یہاں تک کہہ ڈالا تھا۔ کہ اگر قرآن سے مرزا کا دعویٰ ثابت ہو جائے۔ "تو میں قرآن چھوڑ دونگا مگر مرزا کو ہرگز نہیں مانوں گا"۔[2]

بظاہر یہ بے حد تعجب خیز امر ہے کہ ایسا انسان جس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقدس بچپن اور خدا نما شباب اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ اور جو آپ کے بے مثال اسلامی کارناموں کو پرجوش خراج عقیدت پیش کر چکا ہو۔ وہ ایسی بات کیسے مُنہ پر لا سکتا ہے۔ مگر انسان جب بصیرت کی نگاہ سے محروم ہو جائے۔ تو بڑے سے بڑے ولی غوث اور قطب بلکہ نبی کے نورانی چہرہ کو بھی شناخت

---

[1] رسالہ "ایمان" پٹی - ۱۰ر جون ۱۹۳۹ء صفحہ ۵
[2] "تذکرۃ المہدی" حصّہ اوّل صفحہ ۳۳۔

نہیں کر سکتا۔ جناب رحمت اللہ صاحب سبحانی لودھیانوی نے اس سلسلہ میں اپنی کتاب "مخزنِ اخلاق" میں حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا یہ عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ سلطان محمود غزنوی نے ان سے کہا۔ کہ کچھ بایزیدؒ کی باتیں سنایئے فرمایا کہ بایزید نے کہا ہے کہ جس شخص نے مجھے دیکھا شقاوت سے محفوظ رہا۔ محمود غزنوی نے کہا۔ کیا وہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل تھے۔ کہ ابوجہل اور ابولہب نے ان کو دیکھا اور شقی کے شقی ہی رہے؟ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا۔ ابوجہل نے اپنے بھتیجے محمد ابن عبداللہ کو دیکھا تھا۔ نہ کہ محمدؐ رسول اللہ کو۔[۵]

اسی طرح میں بھی کہتا ہوں کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے ایک ہم مکتب "مرزا غلام احمد" کو دیکھا۔ اگر وہ مرزا غلام احمد مسیح موعودؑ کو دیکھتے تو ایسا ہرگز نہ کہہ سکتے تھے۔

احمدیت کے مختصر تعارف، اس کے خلاف طوفان کا پس منظر اور حقیقت تنقید پر روشنی ڈالنے کے بعد اب میں اپنے مضمون کے اس دوسرے اور اہم حصہ کی طرف آتا ہوں کہ تحریک احمدیت کے مشہور نقاد کون سے ہیں؟ اور ان کا اندازِ انتقاد اور اس کی روح کیا ہے؟

سو یاد رہے جیسا کہ میں ابتداءً عرض کر چکا ہوں کہ احمدیت چونکہ ایک بین الاقوامی تحریک ہے۔ اس لئے اس کے نقادوں کا دائرہ بھی عالمگیر وسعت رکھتا ہے۔ مگر چونکہ مجھے صرف اجمالی رنگ میں ایک خاکہ پیش کرنا ہے

---

[۵] صفحہ ۱۴۵

لہذا میں سینکڑوں ناقدین میں سے بطور نمونہ پہلے بعض غیر مسلموں کا اجمالاً اور پھر برِّ صغیر پاک و ہند کے مسلمان ناقدین کا ذرا تفصیلاً تذکرہ کروں گا وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

غیر مسلم نقاد غیر مسلم نقادوں میں سے میرے نزدیک بعض مشہور مسیحی نقاد یہ ہیں ۱- لارڈ بشپ آف گلاسٹر ارلیونڈ چارلس اَیلی کوٹ، مسٹر والٹر ایم۔ اے سیکرٹری کرسچین ایسوسی ایشن مسٹر لیوکس (رپرنسپل فورمین کرسچین کالج لاہور) مسٹر زویمر، مسٹر ایچ کریمر۔ مسٹر ایل بیون جونز، مسٹر لارنس ایمی براؤن پروفیسر مذہبیات امریکہ۔ مسٹر گبن، پروفیسر ٹائن بی، اب میں بطور نمونہ ان کی آراء پیش کرتا ہوں۔

لارڈ بشپ آف گلاسٹر لارڈ بشپ آف گلاسٹر نے ۱۸۹۴ء میں تحریک احمدیت پر ناقدانہ نظر ڈالتے ہوئے اس کی نسبت یہ رائے دی کہ

"اسلام میں ایک نئی حرکت کے آثار نمایاں ہیں۔ مجھے ان لوگوں نے جو صاحبِ تجربہ ہیں بتایا ہے کہ ہندوستان کی برطانوی مملکت میں ایک نئی طرز کا اسلام ہمارے سامنے آرہا ہے۔ اور اس جزیرے میں بھی کہیں کہیں اس کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ ان بدعات کا سخت مخالف ہے۔ جن کی بناء پر محمدؐ کا مذہب ہماری نگاہ

ہیں قابل نفرین قرار پاتا ہے اس نئے اسلام کی وجہ سے محمد کو پھر وہی پہلی سی عظمت حاصل ہوتی جارہی ہے۔ یہ نئے تغیرات بآسانی شناخت کئے جا سکتے ہیں۔ پھر یہ نیا اسلام اپنی نوعیت میں مدافعانہ ہی نہیں بلکہ جارحانہ حیثیت کا بھی حامل ہے۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ ہم میں سے بعض کے ذہن اس کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔" [1]

پادری والٹر پادری والٹر ایم۔ اے نے لکھا:۔

"میں نے ۱۹۱۶ء میں قادیان جا کر۔۔۔ ایک ایسی جماعت دیکھی۔ جس میں مذہب کے لئے وہ سچا اور زبردست جوش تھا جو ہندوستان کے عام مسلمانوں میں بالکل مفقود ہے۔" [2]

مسٹر لیوکس مسٹر لیوکس نے آج سے چھیالیس برس پیشتر کولمبو میں ایک لیکچر دیا۔ جس میں انہوں نے تحریک احمدیت کا جائزہ لیتے ہوئے اپنے عیسائیوں سے کہا:۔

آپ لوگ شاید یہ سمجھتے ہوں گے کہ عیسائیت کی جنگ بڑے بڑے شہروں یا بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں لڑی جائیگی

---

[1] The Official Report of the Missionary Conference of the Anglican Communion 1894. Page 64-

[2] "احمدیہ موومنٹ" بحوالہ "تاثرات قادیان" صفحہ ۱۵۷

لیکن میں آپ لوگوں کو بتاتا ہوں کہ عیسائیت اور اسلام کے درمیان جو جنگ جاری ہے اس کا فیصلہ کسی بڑے شہر میں نہیں ہوگا۔ بلکہ ایک چھوٹے سے گاؤں میں ہوگا جس کا نام قادیان ہے۔ (مفہوم) [1]

مسٹر زویمر مسٹر زویمر مشہور مستشرق نے قادیان کے عظیم الشان اداروں اور تحریک احمدیت کا لٹریچر دیکھنے کے بعد یہ نظریہ قائم کیا کہ

"یہ ایک اسلحہ خانہ ہے جو ناممکن کو ممکن بنانے کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ اور ایک زبردست عقیدہ ہے جو پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہلا دیتا ہے۔" [2]

پادری ایچ کریمر پادری ایچ کریمر امریکن مشنری کے تاثرات یہ ہیں کہ "یہ جماعت اس زمانہ میں مسلمانوں کی نہایت عجیب جماعت ہے اور مسلمانوں میں صرف یہی ایک جماعت ہے جس کا واحد مقصد صرف تبلیغ اسلام ہے اگرچہ اس کی طرزِ تبلیغ میں کسی قدر سختی پائی جاتی ہے۔ تاہم ان لوگوں میں قربانی کی روح اور تبلیغ اسلام کا جوش اور اسلام

---

[1] تفسیر کبیر۔ سورۃ الکوثر ص۲۷۸ (از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ)
[2] "چرچ مشنری ریویو لنڈن" بحوالہ "تاثرات قادیان" ص۱۹۸ (از ملک فضل حسین صاحب)

کے لئے سچی محبت کو دیکھکر بے تحاشہ صدآفرین نکلتی ہے۔ وہ اسلام کی محبت میں اس قدر اندھے اور مجنون ہو رہے ہیں کہ جس قدر انسانی قلب کے لئے ممکن ہو سکتا ہے۔ وہ اس بات کے تکرار سے بھی نہیں تھکتے۔ کہ اسلام بنی نوع انسان کو مساوات، امن و امان اور مذہبی آزادی کا سبق دیتا ہے۔ جماعت کا اثر اس کے اعداد و شمار سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ مذہب میں ان کا طرزِ استدلال بہت سے تعلیم یافتہ مسلمانوں نے اختیار کر لیا ہے اور وُہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں میں رہتے ہوئے احمدیوں کا علم کلام عقلاً ماننا پڑتا ہے۔" [1]

مسٹر بیون جونز مسٹر ایل بیون جونز بی۔ اے (ویلز) بی ڈی (لنڈن) نے اپنی کتاب "The people of Mosque" میں احمدیت کی نسبت یہ نظریہ قائم کیا ہے کہ یہ تحریک عیسائیت سے انتقام کے لئے قائم ہوئی ہے۔

پروفیسر ٹائن بی پروفیسر ٹائن بی لکھتے ہیں کہ مغرب سے تصادم کے نتیجہ میں اب اسلام میں پھر جوش پیدا ہو رہا ہے اور اس میں ایسی روحانی تحریکات جنم لے رہی ہیں جو ممکن ہے مستقبل میں عالمگیر مذہب اور تہذیب کی بنیاد بن جائیں۔ مثلاً احمدیہ تحریک۔ [2]

---

[1] مسلم ورلڈ" اپریل ۱۹۳۱ء

[2] ترجمہ و تلخیص "Civilization on trail" P.204

یہ توسیحی نقادوں کے چند اقتباسات ہیں ان کے علاوہ دوسرے اہلِ مذہب مثلاً سناتن دھرمیوں، سکھوں، آریہ سماجیوں اور برہمو سماجیوں نے بھی تنقیدی نگاہ سے احمدیت کا جائزہ لیا ہے۔ مثلاً ایک غالی اور متعصب آریہ جماعت احمدیہ کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ

"بلا مبالغہ احمدیہ تحریک ایک خوفناک آتش فشاں پہاڑ ہے جو بظاہر اتنا خوفناک معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن اس کے اندر ایک تباہ کن اور سیّال آگ کھول رہی ہے جس سے بچنے کی کوشش نہ کی گئی تو کسی وقت موقع پا کر ہمیں بالکل جھلس دے گی۔"[1]

شری برہم دت تحریک احمدیت کی نسبت شری برہم دت کی رائے یہ ہے

"احمدیہ جماعت مسلمانوں میں ایک ترقی پسند جماعت ہے۔ جملہ مذاہب کے ساتھ رواداری اس کی بنیادی تعلیم میں شامل ہے ...... چالیس سال پیشتر یعنی اس وقت جبکہ مہاتما گاندھی ابھی ہندوستان کے اُفقِ سیاست پر نمودار نہ ہوئے تھے کہ (حضرت) مرزا غلام احمد (علیہ السلام) نے ۱۸۹۱ء میں دعویٰ مسیحیت فرما کر اپنی تجاویز رسالہ "پیغام صلح" کی شکل میں ظاہر فرمائیں جن پر عمل کرنے سے ملک کی مختلف قوموں

---

[1] اخبار "تیج" دہلی ۲۵ جولائی ۱۹۲۷ء بحوالہ "تاثرات قادیان" صفحہ ۲۲۲

کے درمیان اتحاد و اتفاق اور محبت و مفاہمت پیدا ہوتی ہے آپ کی یہ شدید خواہش تھی کہ لوگوں میں رواداری، اخوت اور محبت کی رُوح پیدا ہو۔ بے شک آپ کی شخصیت لائق تحسین اور قابلِ قدر ہے کہ آپ کی نگاہ نے مستقبل بعید کے کثیف پردہ میں سے دیکھا۔ اور (صحیح) رستہ کی طرف راہنمائی فرمائی۔ اگر لوگ اپنی خودغرضی اور غلط لیڈرشپ کی وجہ سے اس سیدھے رستہ کو نہ دیکھ سکے۔ تو یہ ان کی اپنی غلطی تھی۔ اور نفرت وحقارت کے جو کھیت انہوں نے بوئے تھے اُن کی فصل کاٹنے کے وہ اب ضرور مستحق ہیں۔" [1]

ڈاکٹر شنکرداس دہرہ ڈاکٹر شنکرداس دہرہ پی۔ایس۔سی۔ایم۔بی بی ایس لکھتے ہیں:-

"نسل انسانی کی یہ بدقسمتی ہے کہ جب بھی کوئی تحریک اس کی ترقی اور بہبودی کے لئے قائم ہوئی اس نے اس کی مخالفت کی۔ یہی حال تحریک احمدیت کا برصغیر ہندوستان میں ہوا۔ ہندوستانیوں نے اس بات کا احساس نہیں کیا۔ کہ احمدیہ عزت حیات کو اپنانے سے وہ سیاسی اعتبار سے ہندوستان کی دوڑی

---

[1] اخبار "فرنٹیر میل" ۱۲ دسمبر ۱۹۵۵ء۔ بحوالہ تحریک احمدیت بھارت دا سیوک کی نظر میں" (از مولانا برکات احمد صاحب مرحوم) صفحہ ۱۲-۱۳۔

قوموں یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کو متحد کرنے کا باعث ہونگے اور اس طرح مشرقِ وسطیٰ اور افریقہ میں متفرق سیاسی حالات کے باوجود ایک متحدہ قومیت وجود میں آجائے گی۔ اور اس سے امنِ عالم کے لئے ایک مؤثر اقدام کرنے کے سامان پیدا ہوں گے۔"[1]

برِّصغیر پاک و ہند کے مسلم نقّاد

بطور نمونہ چند غیر مسلم نقادوں کا ذکر کرنے کے بعد اب میں برِّصغیر پاک و ہند کے مسلمان ناقدین کی طرف آتا ہوں۔

برصغیر پاک و ہند کے مسلم نقّادوں کا سلسلہ سینکڑوں سے بھی متجاوز ہے۔ اس لئے کہ خدائی تقدیر کے مطابق یہی خطّہ تحریکِ احمدیت کا مرکز اور تجربہ گاہ بنا اسی سرزمین نے سب سے پہلے مامورِ وقت کی آواز سُنی اور اپنوں اور بیگانوں کو باقی دنیا کے مقابل اس تحریک کا قریب سے مطالعہ کرنے کے نسبتاً زیادہ مواقع میسّر آئے۔

برِّصغیر کے مسلم نقّادوں میں علماء، انگریزی دان، مؤرّخ، شاعر فلسفی، سیاسی لیڈر، مقرّر، مناظر، واعظ، وکلاء، سجادہ نشین، صحافی، ناول نویس، افسانہ نگار غرضکہ ہر طبقہ کے لوگ شامل ہیں پھر

---

[1] ڈاکٹر صاحب کے مراسلہ ۲۶ دسمبر ۱۹۴۹ء سے اقتباس۔ بحوالہ "تحریک احمدیت بھارت واسیوں کی نظر میں" صفحہ ۱۴-۱۵۔

مذہبی مکاتیب فکر کے لحاظ سے ان میں مختلف نظریات اور مسلک کے حامل موجود ہیں۔ اور ہر ناقد احمدیت کے بارہ میں اپنی ذاتی اور مستقل رائے رکھتا ہے۔ بالفاظِ دیگر احمدیت پر نقد و نظر کرنے والی ہر آنچہ کا شیشہ دوسرے سے قطعی مختلف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تنقیدی تحریروں میں بھی حیرت انگیز تضاد و اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور اس کے تضاد و اختلاف میں زمانہ اور ماحول کے علاوہ سیاسی مصلحتیں بھی کارفرما ہیں۔

نظریاتی تضاد کی پہلی مثال اس سلسلہ میں پہلی دلچسپ مثال جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی پیش کی جا سکتی ہے۔ (جو اوّل الناقدین ہونے کے علاوہ قادیان کے قریب ہی بٹالہ میں رہنے کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات سے سب سے زیادہ واقف تھے) آپ اپنی عمر کے آخر تک انگریزی حکومت کو اپنے رسالہ "اشاعت السنہ" کے ذریعہ توجہ دلاتے رہے کہ

"گورنمنٹ کو اس کا اعتبار کرنا مناسب نہیں اور اس سے پُر حذر رہنا ضروری ہے۔ ورنہ اس مہدی کادیانی سے اس قدر نقصان پہنچنے کا احتمال ہے جو مہدی سوڈانی سے نہیں پہنچا۔"[۱]

اسی طرح مولوی کرم دین صاحب آف بھیں نے انگریزی حکومت کو

---

[۱] "اشاعۃ السنۃ" حاشیہ جلد ۱۶ صفحہ ۱۶۸

اشتباہ کرتے ہوئے لکھا کہ

"گورنمنٹ کو اپنی وفادار مسلمان رعایا پر اطمینان ہے۔ اور گورنمنٹ کو خوب معلوم ہے کہ مرزا جی جیسے مہدی مسیح وغیرہ بننے والے ہی کوئی نہ کوئی آفت سلطنت میں برپا کیا کرتے ہیں ...... مرزا جی نے تو مسلمانوں میں یہ خیال پیدا کر دیا ہے۔ کہ مہدی و مسیح کا یہی زمانہ ہے اور قادیان ضلع گورداسپور میں وہ مہدی و مسیح بیٹھا ہوا ہے وہ کسرِ صلیب کے لئے مبعوث ہوا ہے۔ تاکہ عیسویت کو محو کر کے اسلام کو روشن کرے اور یہ بھی برملا کہتا ہے کہ خدا نے اسکے بتلا دیا ہے کہ سلطنت بھی اسی کو ملنے والی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی متعدد تصانیف میں یہ الہام و کشف سنایا ہے۔ کہ خدا نے اُسے بتلا دیا ہے۔ کہ بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ بلکہ یہ بھی لکھدیا ہے۔ کہ وہ بادشاہ اسے دکھائے بھی گئے ہیں۔ اور یہ بھی کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہت مرزائیوں کی جماعت کو کسی زمانہ میں ملے گی۔ اب خیال فرمایئے کہ یہ خیال کہانتک خوفناک خیال ہے۔ جبکہ مرزا جی نے یہ الہام ظاہر کر کے پیشگوئی کر دی ہے کہ بادشاہ اس کے حلقہ بگوش ہوں گے اور بادشاہت مرزائیوں کو ملے گی۔ کیا عجب کہ ایک

زمانہ میں مرزائیوں کو جو اس کی پیشگوئیاں پورا کرنے کے لئے اپنی جانیں دینے کو تیار ہیں . . . . یہ جوش آجائے کہ اس پیشگوئی کو پورا کیا جائے۔ اور وہ کوئی فتنہ و بغاوت برپا کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرزا جی نے مسلمانوں کو نصاریٰ سے سخت بدظن اور مشتعل کر رکھا ہے وہ دجّال سمجھتے ہیں تو نصاریٰ کو۔ خرِ دجال کہتے ہیں تو ریلوے کو۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ ریلوے کس نے جاری کر رکھی ہے جب یہ خرِ دجّال ہے تو اس کے چلانے والے بادشاہِ وقت کو ہی یہ دجّال کہتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو اس کے خلاف سخت مشتعل کر رہے ہیں۔ گورنمنٹ کو ایسے اشخاص کا ہر وقت خیال رکھنا چاہیئے" ؎۱

اسی نظریہ کے مطابق جناب ابوالقاسم صاحب دلاوری مؤلف "رئیس قادیان" "اخبار آزاد" میں لکھتے ہیں:۔

"گو مرزا صاحب نے تقدس کی دکان ابتداءً محض شکم پروری کے لئے کھولی تھی۔ لیکن ترقی کر کے سلطنت پر فائز ہونے کا لائحہ عمل بھی شروع سے ان کا پیشِ نظر تھا۔ اور انھیں آغازِ کار

؎۱ "تازیانۂ عبرت" طبع دوم ص۹۳-۹۴ از "شیر اسلام مولوی محمد کرم دین صاحب دبیر" مطبوعہ مسلم پرنٹنگ پریس لاہور۔

سے اس مطلب کے الہام بھی ہُوا کرتے تھے۔ چنانچہ بقول میاں بشیر احمد ایم۔ اے مرزا صاحب کا پہلا الہام جو ۱۸۶۸ء یا ۱۸۶۹ء میں ہوا یہ تھا۔ کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے ...... خود مرزا صاحب نے نہ صرف الہام کا بڑے طمطراق سے براہین میں تذکرہ فرمایا۔ بلکہ عالمِ کشف میں وہ بادشاہ بھی مرزا صاحب کی مقدس بارگاہ میں پیش کر دیئے گئے۔ ۔ گو بادشاہوں کی متابعت کا کشف یا خواب کبھی پورا نہ ہو۔ لیکن اس سے کم از کم قادیانی صاحب کی ذہنی کیفیت، ان کے خیالات کی بلند پروازی اور ان کی اولو العزمی کا ضرور پتہ چلتا ہے اور اس سے یہ بھی متبادر ہوتا ہے۔ کہ قیامِ سلطنت کے اصل داعی و محرک میرزا صاحب ہی تھے۔ آخر کیوں نہ ہو۔ قوم کے مغل تھے اور رگوں میں تیموری خون دوڑ رہا تھا۔ میرے خیال میں میرزا صاحب نے قیامِ سلطنت کی جن آرزوؤں کو اپنے دل میں پرورش کیا۔ وہ قابلِ صد ہزار تحسین تھیں" [۱]

لیکن اب اس کے برعکس یہ نظریہ پیش کیا جا رہا ہے۔ کہ یہ تحریک دراصل انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے۔ اور مرزا صاحب اس کے ایجنٹ اور جاسوس تھے۔ اس سلسلہ میں ایک مشہور ادیب اور اخبار نویس جناب چراغ حسن صاحب حسرت اس امر کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ

---

[۱] "آزاد" ۲۴ر نومبر ۱۹۵۰ء

"مرزا صاحب کے حلقۂ ارادت میں سب سے پہلے وہی لوگ شامل ہوئے۔ جو فرنگی دشمنی کے باعث ہندوستان بھر میں مشہور تھے یعنی وہابی جماعت کے لوگ جوق درجوق ان کے مریدوں میں شامل ہونے لگے"۔ [۱]

احمدیت کو انگریزوں کا خود نوشتہ پودا قرار دینے والے تاریخی حقیقت بالکل نظر انداز کر جاتے ہیں۔ کہ انگریزی حکومت نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو تو ان کی خدمات کے صلہ میں چار مربعے زمین عطا کی تھی۔ جیسا کہ انہوں نے اشاعۃ السنہ میں تسلیم کیا ہے [۲] مگر اس کے مقابل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آباء و اجداد کی باقیماندہ جاگیر بھی ضبط کر لی گئی۔ اگر واقعی حضرت مرزا صاحب ہی برطانوی ایجنٹ تھے تو مربعے آپ کو دیئے جاتے۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس ہوا۔

بایں ہمہ ہمارے ان "منصف مزاج" نقادوں کی نگاہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام انگریزوں کے جاسوس تھے۔ اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سب سے بڑے مجاہد اور سب سے بڑے "محافظ ختم نبوت"!!

> جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
> جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

جماعت احمدیہ کو برطانوی ایجنٹ قرار دیئے جانے کا نظریہ

تاریخ کے ایک طالب علم کی حیثیت سے مجھے ضمناً یہ بتانا ضروری ہے کہ جماعت احمدیہ کو برطانوی سامراج

---

[۱] "ارمغان قادیان" صفحہ ۳ از ظفر علی خاں [۲] اشاعۃ السنہ جلد ۹ نمبر ۹ صفحہ ۱

کا ایجنٹ ثابت کرنے کا نظریہ ہمارے ملک کی مشہور جماعت مجلس احرار اسلام کے بعض دماغوں کی پیداوار ہے۔ جو ۱۹۲۹ء میں معرض وجود میں آئی۔ اور جس نے ہماری ملکی خطابت وسیاست پر کسی نہ کسی رنگ میں گہرا اثر ڈالا ہے۔

اس نظریہ کے پیچھے کون سے عوامل کارفرما تھے؟ مجلس کا مشہور آرگن اس پر ان الفاظ میں روشنی ڈالتا ہے کہ

"جب حجۃ الاسلام حضرت علامہ انور شاہ صاحب کاشمیری حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اور حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری وغیرہم رحمہم اللہ کے علمی اسلحہ فرنگی کی اس کاشتہ داشتۂ نبوت" کو موت کے گھاٹ نہ اتار سکے۔ تو مجلس احرار اسلام کے مفکر اکابر نے جنگ کا رُخ بدلا۔ نئے ہتھیار لئے اور علمی بحث ونظر کے میدان سے ہٹ کر سیاست کی راہ سے فرنگی سیاست کے شاہکار پر حملہ آور ہو گئے۔"[1]

صاف ظاہر ہے کہ سیاست کی راہ میں آنے کے بعد تنقید کے زاویے بدل جاتے ہیں۔ علمی بحث ونظر کے مقابل سیاسی رنگ کی تنقید کا انداز بالکل مختلف ہوتا ہے۔ سیاسی رنگ کی تنقید میں متانت، شائستگی اور

---

[1] "آزاد" ۳۰ر اپریل ۱۹۵۱ء صفحہ ۱

معتدل مزاجی کا بہت کم امکان ہوتا ہے۔ اس لئے مجلس سے وابستہ بعض حضرات کا اعتراف ہے کہ

"یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مجلس احرار کے خطیبوں میں جذبا تیت پھکڑ بازی اور اشتعال انگیزی کا عنصر غالب ہے یہ ٹھیک ہے۔ مگر یہ بھی تو دیکھیئے کہ ہماری قوم کی ذہنیت اور مذاق کیا ہے.... آپ ذرا حقیقت پسند سنجیدہ اور متین بن جائیں۔ پھر آپ مسلمانوں میں مقبول ہوجائیں۔ اور کوئی تعمیری و اصلاحی کام کرلیں۔ تو ہمارا ذمہ۔ یہی تو ہماری سب سے بڑی کمزوری ہے کہ ہم حقائق و واقعات سے کوئی تعلق نہیں رکھتے آپ بڑے بڑے دیانتدار، باخلاق اور سنجیدہ متین پہاڑ دل کو کھودیں۔ تو اشتعال کا چوہا نکلے گا۔ الیکشن بازی میں تو دیندار اور بے دین سب کے سب اشتعال انگیزی ہی سے کام لیتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے۔ کہ اس سے کوئی کم کام لیتا ہے۔ اور کوئی زیادہ۔ ہمارے احراری بزرگ اس میں سب سے آگے گئے ہیں۔ اسی لئے وہ رشک و حسد کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔"[1]

آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ کہ اس مجلس کا سرکاری آرگن کس صفائی سے تسلیم

---

[1] اخبار "آزاد" ۲۷ ستمبر ۱۹۵۱ء، ص ۱۸-۱۷

کر رہا ہے کہ اس نے احمدیت کو شکست دینے کے لئے سنجیدہ اور علمی ذرائع سے کام لینے کی بجائے ہمیشہ پھکڑ بازی اور اشتعال انگیزی کا سہارا لیا اور مذہبی میدان میں مقابلے سے عاجز ہو جانے کے بعد بقول خود سیاسی میدان میں آکر اسے زک دینے کی کوشش کی لیکن ہر صاحب نظر اندازہ کر سکتا ہے۔ کہ تنقیدی زاویے جب سیاست کی عینک سے تجویز کئے جائیں اور اس عینک کے شیشوں میں جذباتیت۔ پھکڑ بازی اور اشتعال انگیزی کا رنگ غالب ہو تو واقعات و حقایق کا حلیہ بُری طرح بگڑ جاتی ہے۔

اب کچھ عرصہ سے احرار کے قائم کردہ نظریہ پر دوسرے ناقدین احمدیت نظر ثانی کر رہے ہیں۔ چنانچہ ملک محمد جعفر خانصاحب ایڈووکیٹ لکھتے ہیں۔

"جماعت احمدیہ کی شروع زمانہ کی ترقی میں انگریزی حکومت کی سرپرستی کو بہت کم دخل ہے۔ مرزا صاحب اپنی زندگی میں اپنے معتقدین کو ایک منظم اور رُو بہ ترقی جماعت کی صورت میں قائم کر چکے تھے۔ مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے تھے۔ اس وقت تک ہندوستان میں تحریک آزادی نے صحیح معنوں میں جنم ہی نہ لیا تھا اور انگریزوں کو اپنی رعایا میں وفا پیشہ افراد اور جماعتوں کی خاص طور پر حاجت نہ ہوئی تھی۔ مرزا صاحب کے زمانے میں ان کے مشہور مقتدر

مخالفین مثلاً مولوی محمد حسین بٹالوی - پیر مہر علی شاہ گولڑوی مولوی ثناءاللہ صاحب، سر سید احمد خاں یہ سب انگریزوں کے ایسے ہی وفادار تھے جیسے مرزا صاحب - یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں جو لٹریچر مرزا صاحب کے رد میں لکھا گیا۔ اس میں اس امر کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ کہ مرزا صاحب نے اپنی تعلیمات میں غلامی پر رضامند رہنے کی تلقین کی ہے"[1]

فرقہ اہلحدیث کا ملکہ وکٹوریہ کے حضور ایڈریس

جناب ملک جعفر خاں صاحب کے اس خیال کی تائید میں درجنوں ناقابلِ تردید شواہد و حقائق پیش کئے جا سکتے ہیں۔ مگر میں بطور مثال فرقہ اہلحدیث کے اس ایڈریس کا متن پیش کرنا چاہتا ہوں جو ملکہ وکٹوریہ کی پنجاہ سالہ جوبلی کے موقعہ پر ۱۸۸۷ء میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ملکہ کو پیش کیا گیا تھا۔

" ایڈریس گروہ مسلمانانِ اہلحدیث بحضور فیض گنجور کوئین وکٹوریہ ملکہ گریٹ برٹن و قیصرۂ ہند بارك الله فی سلطنتها!

ہم ممبران گروہ اہلحدیث اپنے گروہ کے کل اشخاص کی طرف سے حضور والا کی خدمت عالی میں جشنِ جوبلی کی دلی مسرت سے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ برٹش رعایائے ہند میں سے

---

[1] "احمدیہ تحریک" صفحہ ۲۴۳ شائع کردہ سندھ ساگر اکادمی لاہور۔

کوئی فرقہ ایسا نہ ہوگا۔ جس کے دل میں اس مبارک تقریب
کی مسرت جوش زن نہ ہوگی۔ اور اس کے بال بال سے صدائے
مبارکباد نہ اٹھتی ہوگی۔ مگر خاصکر فرقہ اہل اسلام جس کو
سلطنت کی اطاعت اور فرمانروائی وقت کی
عقیدت اس کا مقدس مذہب سکھاتا اور اس کو
ایک فرض مذہبی قرار دیتا ہے۔ اس اظہارِ مسرت
اور ادائے مبارکباد میں دیگر مذاہب کی رعایا
سے پیش قدم ہے۔ علی الخصوص گروہِ اہلحدیث
منجملہ اہلِ اسلام اس اظہار مسرت وعقیدت اور
دعائے برکت میں چند قدم اور بھی سبقت رکھتا
ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ جن برکتوں اور نعمتوں کی
وجہ سے یہ ملک تاجِ برطانیہ کا حلقہ بگوش ہو رہا ہے
ازانجملہ ایک بے بہا نعمت مذہبی آزادی سے یہ
گروہ ایک خصوصیت کے ساتھ اپنا نصیبہ اٹھا رہا ہے
وہ خصوصیت یہ ہے کہ یہ مذہبی آزادی اس گروہ کو خاصکر
اسی سلطنت میں حاصل ہے۔ بخلاف دوسرے اسلامی
فرقوں کے کہ ان کو اور اسلامی سلطنتوں میں بھی یہ آزادی
حاصل ہے۔ اس خصوصیت سے یقین ہو سکتا ہے۔ کہ اس گروہ
کو اس سلطنت کے قیام و استحکام سے زیادہ مسرت ہے

اور ان کے دل سے مبارکباد کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں۔ ہم بڑے جوش سے دُعا مانگتے ہیں۔ کہ خداوند تعالےٰ حضور والا کی حکومت کو اور بڑھائے اور تادیر حضورِ والا کا نگہبان رہے۔ تاکہ حضور والا کی رعایا کے تمام لوگ حضور کی وسیع حکومت میں امن اور تہذیب کی برکتوں سے فائدہ اٹھائیں۔" [1]

دوسری مثال میں یہ بتا رہا تھا کہ ناقدین احمدیت کے تنقیدی جائزوں میں زبردست تضاد ہے اس سلسلہ میں بعض اور تنقیدات کے نمونے بھی پیش کرتا ہوں۔ جو آپس میں کھلم کھلا متصادم ہیں۔ چنانچہ آج سے پچاس سال قبل مولوی کرم دین صاحب بھیں کا نظریہ تھا کہ انگریزی حکومت ایسی عادل اور قابل تعریف حکومت ہے کہ اس کے عہد میں کسی مہدی کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ــــ چنانچہ انہوں نے لکھا:۔

"بعثت مہدی علیہ السّلام کا زمانہ ہی وہ ہوگا۔ جبکہ دُنیا ظالم اور جفاکار بادشاہوں کے ہاتھ سے نالاں ہوگی۔ اور زمین پر بدامنی اور فساد پھیلا ہوا ہوگا۔ اور اس وقت مہدی معہود اس فتنہ و فساد کو دور کر کے امن قائم کرینگے

---

[1] رسالہ اشاعۃ السنّۃ جلد ۹ نمبر ۷ صفحہ ۲۰۵-۲۰۶ حاشیہ۔

حالانکہ اس وقت ہمارے سر پر ایک ایسے امن پسند بادشاہ (ملک معظم قیصر ہند) کا ہاتھ ہے جس کے انصاف و عدل اور امن گستری کے مخالف و موافق قائل ہیں اور مسلمان اس کے سایہ میں امن و امان سے اپنے مذہبی فرائض بجا لاتے ہیں۔ جمعے، عیدین اطمینان سے پڑھتے ہیں۔ بیوت اللہ (مساجد) کو آباد کئے ہوتے ہیں۔ یعنی ہم کو اپنے مذہبی امور کی بجا آوری سے بالکل آزادی ہے۔ پھر اگر مسلمان اس زمانہ میں کسی مہدی کی ضرورت سمجھیں تو وہ حدیثِ رسول ۔۔۔۔ کی تکذیب کرنے والے ٹھہرتے ہیں۔"[1]

مگر موجودہ نقادوں کا سب سے بڑا اعتراض یہی ہے۔ کہ مرزا صاحب نے سکھ حکومت کے مظالم کے مقابل انگریزی حکومت کی مذہبی آزادی کی کیوں تعریف کی؟ حالانکہ حضور نے انگریزی حکومت کے بارے میں وہی موقف اختیار کیا تھا جو حضرت سید احمد صاحب بریلوی[2]۔ حضرت مولانا اسمٰعیل شہید[3]۔ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی[4]۔ نواب صدیق حسن خاں قنوجی[5]۔ شیخ الکل سید نذیر حسین صاحب دہلوی[6]۔ مولوی محمد حسین صاحب

---

[1] "تازیانۂ عبرت" ص۹۵ ۔ [2] سوانح احمدی ص۷۱ از مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری۔ [3] ایضاً ص۱۲۲ ۔ [4] مجموعہ فتاویٰ جلد دوم ص۲۴۵ [5] ترجمانِ وہابیہ صفحہ ۱۵ تا ۱۸ ۔ [6] فتاویٰ نذیریہ جلد ۱ صفحہ ۴۷۲ ۔ ۴۷۳ ۔

بٹالوی[1] سرسید احمد خاں صاحب[2] شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد صاحب دہلوی[3] مولوی چراغ علی صاحب[4] اور مکہ کے چاروں مفتیوں اور ترکی کے خلیفۃ المسلمین[5] کا تھا۔ اس سلسلہ میں ایک دلچسپ بات یہ ہے۔ کہ ہمارے نقاد ایک طرف جہاد بالسیف کے التوا کی بناء پر تحریک احمدیت کو مطعون کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف اس دلی آرزو کا اظہار کرتے ہیں کہ ؎

باز در عالم بیا ایامِ صلح
جنگ جویاں را بدہ پیغامِ صلح (علامہ اقبال)

تیسری مثال متحارب و متخالف تنقیدات کی اور بھی متعدد عجیب مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً ایک گوشہ سے یہ الزام عاید کیا جاتا ہے کہ تم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں مبالغہ کرتے ہو۔ اور اسے بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہو اور دوسرے گوشہ سے آواز اٹھتی ہے کہ احمدی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان ہی نہیں رکھتے۔

چوتھی مثال اور آگے چلئے حضرت مسیح علیہ السلام کے مصلوب یا مقتول ہونے کی نسبت یہود کو کیسے اشتباہ ہوا؟ اس

---

[1] رسالہ الاقتصاد فی مسائل الجہاد"۔ [2] رسالہ اسباب بغاوت ہند" صفحہ ۵۔۶۔ [3] نصرت الابرار" صہ ۲۹۔ [4] تحقیق الجہاد"۔ [5] کتاب "سید عطاء اللہ شاہ بخاری" (از جناب شورش کاشمیری) صفحہ ۱۳۱

بارے میں دلچسپ تضاد ہے۔ ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ قصہ یہ ہوا کہ

"جب یہودیوں نے حضرت مسیح کے قتل کا عزم کیا۔ تو پہلے ایک آدمی ان کے گھر میں داخل ہوا۔ حق تعالے نے ان کو تو آسمان پر اُٹھا لیا اور اس شخص کی صورت حضرت مسیح علیہ السلام کی صورت کے مشابہ کر دی۔ جب باقی لوگ گھر میں گھس آئے تو اس کو مسیح سمجھ کر قتل کر دیا۔"[1]

اس کے مقابل دوسرا گروہ یہ نظریہ رکھتا ہے کہ

"جیل کے رُومی سپاہیوں کے لئے سب یہودی اجنبی ہی تھے اور اس لئے باہدگر ہم شکل اور یکساں۔ انہیں ایک اسرائیلی (یسوع ناصری) اور دوسرے اسرائیلی (شمعون کرینی) کے درمیان اشتباہ نہایت آسان تھا۔ انہیں دونوں کے درمیان کوئی نمایاں فرق ہی نہیں نظر آ سکتا تھا۔ شمعون نے یقیناً واویلا مچایا ہو گا۔ لیکن ادھر مجمع کا شور و ہنگامہ اُدھر جیل کے سپاہیوں کی اسرائیلیوں کی زبان سے ناواقفیت اور پھر سُولی پر لٹکا دینے کی جلدی۔ اسی افراتفری کے عالم میں اسی شمعون کو پکڑ کر سُولی پر چڑھا دیا گیا۔ اور وہ چیختا چلاتا رہا۔ حضرت مسیح قدرتاً اس ہڑبونگ میں

---

[1] عکسی قرآن مجید مترجم ص ۱۳۲ از شیخ الہند محمود الحسن صاحب و شبیر احمد صاحب عثمانی۔

دشمنوں کے ہاتھ سے رہا ہو گئے"۔ [۱]

تیسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ

"قرآن اور بائیبل کے بیانات کا متقابل مطالعہ کرنے سے ہم یہ سمجھتے ہیں۔ کہ غالباً پیلاطوس کی عدالت میں تو پیشی آپؑ ہی کی ہوئی تھی۔ مگر جب وہ سزائے موت کا فیصلہ سنا چکا۔ تب اللہ تعالیٰ نے کسی وقت آنجناب کو اٹھا لیا۔ بعد میں یہودیوں نے جس شخص کو صلیب پر چڑھایا۔ وہ آپؑ کی ذات مقدس نہ تھی۔ بلکہ کوئی اور شخص تھا۔ جس کو نہ معلوم کس وجہ سے ان لوگوں نے عیسیٰ بن مریم سمجھ لیا۔۔۔۔۔ اب یہ معلوم کرنے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ معاملہ کس طرح ان کے لئے مشتبہ ہو گیا۔ چونکہ اس باب میں کوئی یقینی ذریعہ معلومات نہیں ہے۔ اس لئے مجرد قیاس وگمان اور افواہوں کی بناء پر نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اس شبہ کی نوعیت کیا تھی؟" [۲]

پانچویں مثال واقعہ صلیب کے بعد حضرت مسیحؑ کے رفع الی السماء اور جسمانی زندگی کا خیال زیر غور آتا ہے۔ اس سلسلہ

---

[۱] تفسیر ماجدی" شائع کردہ تاج کمپنی ص۲۲۸ ٭ [۲] تفہیم القرآن" جلد ۱ ص۴۱۹ (از جناب سید ابو الاعلیٰ صاحب مودودی امیر جماعت اسلامی پاکستان)

میں بھی ماخذین احمدیت کے متعدد فریق نظر آتے ہیں۔

ایک فریق حضرت مسیح کی آسمان پر جسمانی زندگی پر متشددانہ عقیدہ رکھتا ہے۔ اور اس کے خیال میں حیاتِ مسیح کے نظریہ کو اسلام میں ایسی بنیادی حیثیت حاصل ہے کہ اس کا منکر واجب القتل ہے۔[1]

دوسرا فریق یہ کہتا ہے کہ

"حیاتِ مسیح ابتدا سے مختلف فیہ مسئلہ رہا ہے اور ایسے لوگ مرزا صاحب سے پہلے موجود تھے جو مسیح کی موت کے قائل تھے ... حیات و مماتِ مسیح کے متعلق ہر مسلمان مطالعہ کے بعد اپنی دیانتدارانہ رائے قائم کرنے میں آزاد ہے۔ اس کی یہ رائے نہ اس کو کافر بنا سکتی ہے نہ مومن۔"[2]

تیسرا فریق یہ کہتا ہے کہ قرآن میں نہ حضرت مسیح کی وفات کی وضاحت ہے۔ نہ رفع الی السماء کی چنانچہ جناب سیّد ابو الاعلیٰ صاحب مودودی لکھتے ہیں:۔

"قرآن نہ اس کی تصریح کرتا ہے کہ اللہ ان کو جسم و روح کے ساتھ کرۂ زمین سے اٹھا کر آسمانوں پر کہیں لے گیا اور نہ یہی صاف کہتا ہے کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی اور صرف ان کی روح اٹھائی گئی ہے ..... پس قرآن کی

---

[1] "المنبر" لائل پور

[2] "تحریکِ قادیان" صفحہ ۱۶۷ (از جناب سیّد حبیب صاحب مدیر "سیاست")

روح سے زیادہ مطابقت اگر کوئی طرزِ عمل رکھتا ہے تو وہ صرف یہی ہے کہ رفع جسمانی کی تصریح سے بھی اجتناب کیا جائے۔ اور موت کی تصریح سے بھی"[1]

چوتھا فریق جس کی قیادت اس وقت محترم غلام احمد صاحب پرویز کر رہے ہیں۔ سرے سے حضرت مسیح کے رفع الی السماء ہی کا قائل نہیں۔ اور اس کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ چونکہ حضرت مسیحؑ کی وفات قرآن سے ثابت ہے۔ اس لئے "مرزائیت" کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وفاتِ مسیحؑ کا اعلان کر دیا جائے[2] اور ... جن حدیثوں میں کسی مہدی و مسیح کے آنے کی پیشگوئی ہے۔ وہ قابل التفات ہی نہیں ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال بھی کسی زمانہ میں اسی نظریہ کے حامی تھے چنانچہ ان کا ایک شعر ہے ؎

میناریِ دل پہ اپنے نزولِ مسیح دیکھ
اور انتظار مہدی و عیسیٰ بھی چھوڑ دے

مگر اس کے بعد انہوں نے اس خیال سے رجوع کر کے کہا

اے وہ کہ تو مہدی کے تخیّل سے ہے بیزار
نومید نہ کر آہوئے مشکیں سے ختن کو

چھٹی مثال | پھر مہدی و مسیح کی آمد کا نظریہ رکھنے والے کئی خیالات

---

[1] تفہیم القرآن جلد ۱ صفحہ ۴۲۲-۴۲۱ - [2] رسالہ طلوع اسلام ستمبر ۱۹۵۳ء صفحہ ۳۷،۳۶ ملخصاً

میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

موجودہ جمہور علماء کا عموماً نقطہ خیال یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہدی ظاہری علامات کے مطابق فوراً پہچانا جائے گا۔ اور ڈنکے کی چوٹ اعلان مہدویت کرے گا۔ مگر جناب مودودی صاحب کا "اندازہ" یہ ہے کہ مہدی ایک جدید قسم کا لیڈر ہوگا۔ اور اس کی موت کے بعد اس کے کارناموں سے پتہ چلے گا کہ وہ مہدی موعود ہے۔[1]

بالفاظ دیگر مسلمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سلام مہدی کی قبر کو پہنچائیں گے کیونکہ جیتے جی انھیں اس کی شناخت نصیب نہ ہو سکے گی۔ ؎

جب مر گئے تو آئے ہمارے مزار پر
پتھر پڑیں صنم ترے ایسے پیار پر

لیکن مشکل یہ آ پڑی ہے۔ کہ جناب سیّد ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کے نظریات کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ ان کے کس نظریہ کی عمر کتنی ہے اور کس وقت ایسے "اضطراری" حالات رونما ہو سکتے ہیں۔ جن میں اپنے پہلے نظریہ کے متضاد وہ دوسرا نظریہ وضع فرما لیں!!

اسی لئے ان کے ایک سابق رفیق جناب امین احسن صاحب

---

[1] "تجدید و احیائے دین" (از جناب سیّد ابوالاعلیٰ صاحب مودودی)

اصلاحی نے جماعت اسلامی اور ان کو حال ہی میں یہ مشورہ دیا ہے کہ "اپنی تمام کتابوں پر سُرخ رنگ سے یہ ہدایات لکھوا دیں۔ کہ فلاں کتاب کس تاریخ تک قابلِ اعتنا رہے گی۔ اور کس تاریخ کے بعد منسوخ سمجھی جائیگی باہر کے ملکوں سے جو دوائیں اور کھانے پینے کی چیزیں شیشیوں اور بند ڈبوں میں آتی ہیں۔ ان پر اس قسم کی ہدایات درج ہوتی ہیں۔ جن سے لوگوں کی بڑی رہنمائی ہوتی ہے۔ اگر جماعت نے اس طریقے کو اپنا لیا۔ تو اس سے لوگ غلط فہمیوں سے بھی محفوظ رہیں گے۔ اور یہ اپنی ندرت اور طُرفگی کے اعتبار سے خصوصاً مذہبی لٹریچر کی تاریخ میں ایسی چیز ہوگی۔ کہ ہماری آئندہ نسلیں اس کو جماعت اسلامی کی اوّلیات میں شمار کرینگی۔"[1]

ساتویں مثال

اب میں اس تضاد پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں جو مسئلہ نبوّت کے بارے میں ماہرینِ تنقید کے افکار و خیالات میں پایا جاتا ہے۔ ان حضرات کی نگاہ میں لفظ "خاتم النبیین" کے معنی آخری نبی کے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ حضرت مسیح کی آمد ثانی کا نظریہ قبول کر کے عملاً حضرت مسیح کو آخری نبی قرار دیتے ہیں۔

---

[1] "المنبر" ۳ر اکتوبر ۱۹۶۲ء صفحہ ۵

ایک گروہ کی رائے میں تکمیل دین اور آفتاب محمدی کے طلوع ہونے کے بعد اب ٹمٹماتے ہوئے چراغوں اور لڑکھڑاتی ہوئی شمعوں کی ضرورت نہیں یعنی اب خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں کسی قسم کی نبوت کا تصور سراسر باطل ہے۔ لیکن ایک دوسرے مکتب فکر کے علمبردار جناب محمد حنیف صاحب ندوی "مرزائیت نئے زاویوں سے" نامی کتاب میں فرماتے ہیں کہ عصر حاضر کے لئے اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے مگر مستقبل کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے نئی شریعت کا امکان تو خیال میں آسکتا ہے۔ البتہ ظلی اور بروزی نبوت کا امکان ہرگز نہیں مانا جا سکتا۔

ہمارے ناقدین کا قلم اجرائے نبوت کے عقیدہ پر تنقید کرتے ہوئے اشتعال کی معراج تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ حضرات ایک طرف تو نبی کے آنے کا تصور کرنا بھی گناہِ عظیم سمجھتے ہیں۔ اور دوسری طرف لفظ "نبی" کے بے جا استعمال میں بڑی سخاوت کا مظاہرہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ کہیں شاعر مشرق علامہ اقبال کو "پیغمبر گلشن" اور "رسولِ چمن" کہا جا رہا ہے[1] کہیں معاذ اللہ معاذ اللہ۔ جناب سیّد عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری "رحمۃ للعالمین" سے موسوم کئے جاتے ہیں[2] کہیں امانت لکھنوی کو "خاتم المرسلین" کے لقب سے نواز ا جا رہا ہے۔[3] کہیں مولوی ثناء اللہ

---

[1] تندیل ۲۴ را پریل ۱۹۵۵ء۔ [2] ترجمانِ اسلام ۱۵ رستمبر ۱۹۶۱ء صا
[3] شعر الہند حصہ دوم (از مولوی عبد السلام صاحب ندوی)

صاحب امرت سری کو "مامور" قرار دیا جارہا ہے[1] کہیں پنڈت نہرو کے لئے "رسول السلام" کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے۔ اور گاندھی کو "بالقوۃ نبی" تسلیم کرنے کی آوازیں سنائی دیتی ہیں[2] اور کہیں اطالوی حسینہ کو "پیغمبرِ جمال" اور "پروردگارِ عشق" کا خطاب دیا جارہا ہے[3] یہی نہیں مومن کی تعریف میں ہمارا قومی اور فلسفی شاعر یہاں تک کہتا ہے۔

ما ہنوز اندر ظلامِ کائنات
او شریکِ اہتمامِ کائنات
او مسیح و او کلیم و او خلیل
او محمدؐ، او کتاب، او جبرئیل

پھر کہتا ہے

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے[4]

اس باب میں "امیر شریعت" جناب سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی روش بے حد ناقابلِ فہم اور انتہائی عجیب و غریب ہے۔ کیونکہ ایک طرف ان کا ارشاد یہ تھا کہ

"اگر خواجہ غریب نواز اجمیری، سید عبد القادر جیلانی،

---

[1] "سیرت ثنائی" [2] اخبار ذوالفقار ۱۶ اپریل ۱۹۲۱ء۔ [3] "ارمغانِ قادیان" ص ۸۴۔ [4] بالِ جبریل۔

امام ابوحنیفہ - امام مالک، امام شافعی، ابن تیمیہ، غزالی حسن بصری نبوت کا دعویٰ کرتے تو کیا ہم انہیں نبی مان لیتے۔ علی دعویٰ کرتا کہ جسے تلوار حق نے دی اور بیٹی نبی نے دی۔ عثمان دعویٰ کرتا، فاروق اعظم دعوےٰ کرتا، ابوبکر صدیق دعویٰ کرتا۔ تو کیا بخاری اسے مان لیتا" (یعنی ہرگز نبی نہ مانتا۔ ناقل) [1]

مگر دوسری طرف انہوں نے ۶ جولائی ۱۹۵۲ء کو ملتان کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے یہاں تک اعلان فرما دیا کہ

"میں ممتاز صاحب دولتانہ کو اس لئے اپنا لیڈر جانتا ہوں کہ ایک تو وہ صوبہ مسلم لیگ کے صدر ہیں۔ اور دوسرے وہ صوبہ پنجاب کی حکومت کے وزیر اعلیٰ ہیں اگر دولتانہ صاحب کہدیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت پر ایمان لے آؤ تو میں اس پر ایمان لے آؤں گا اور مرزا بشیر الدین محمود کو خلیفۃ المسیح مان لوں گا۔" [2]

غرض احمدیت پر تنقید کے نام سے ایک ایسی معجون مرکب چیز ہمارے سامنے آتی ہے۔ کہ ایک معقول سنجیدہ اور متین مسلمان حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔

---

[1] اخبار "آزاد" ۱۸ مئی ۱۹۵۱ء۔ [2] اشتہار "سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کی سیاسی قلابازی" شائع کردہ سید زین العابدین گیلانی سابق صدر ڈسٹرکٹ مسلم لیگ ملتان ۷/۳۰/۵۲

اور ان گوناگوں اور مختلف النوع خیالات و نظریات اور قول و عمل کے تضادات دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھتا ہے۔

ع خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں۔

ہمارے نقادوں کی چند نمایاں خصوصیات مگر بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ ہمارے ناقدین کی کچھ نمایاں خصوصیات بھی ہیں۔ جن کا ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

پہلی خصوصیّت ہمارے بعض عظیم نقاد جب کسی مرحلہ پر لاجواب ہو جاتے ہیں۔ تو اُن معتقدات کا بھی انکار کر دیتے ہیں۔ جو گزشتہ چودہ سو سال سے مسلّمات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مثلاً حدیث مجدّد کی صحّت سے بھلا کون مسلمان انکار کر سکتا ہے؟ مگر آپ حیران ہوں گے۔ کہ "امام الہند" جناب ابوالکلام صاحب آزاد نے یہ دیکھکر کہ حضرت مرزا صاحب کے دعوئ مجددیت کو ازرُوئے دلائل چیلنج کرنا ممکن نہیں ہے سرے سے حدیث مجدّد ہی کا انکار کر دیا اور فرمایا۔ "ہم نہیں جانتے کہ مجدّد کیا بلا ہوتی ہے"۔ [1]

اس پر مشہور اہلحدیث عالم جناب میر محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے نوٹس لیا اور جنابِ آزاد کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا:۔

---

[1] پیغام ہدایت در تائید پاکستان و مسلم لیگ" صلا۱۲۱۔ از میر محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی)

جنابِ والا یہ حدیث باتّفاق کلّ حفاظ حدیث صحیح ہے۔ (حجج الکرامہ)

لیکن احمدیوں کے مقابلہ میں آپ عاجز آ گئے۔ اور جلالت و خفگی میں آکر حدیث کی تحقیر کر دی۔"[1]

دُوسری خصوصیّت ہمارے محترم ناقدین کی دوسری قابلِ ذکر خصوصیّت یہ ہے کہ انتقاد کے دوران یہ حقیقت فراموش کر جاتے ہیں۔ کہ معیارِ صدق و کذب کیا ہے۔ اور کیا نہیں؟ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پوری عمارت ایک مفروضہ پر استوار کی جاتی ہے۔ مثلاً شاعرِ مشرق ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کا مشہور شعر ہے:۔ ؎

محکوم کے الہام سے اللہ بچائے
غارت گرِ اقوام ہے وہ صورتِ چنگیز

جناب علامہ حافظ اسلم صاحب جیراجپوری اس شعر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"یہ خالص شاعرانہ استدلال ہے۔ غالب کی طرح جس نے کہا

؎ کیوں ردِّ قدح کرے ہے زاہد
مے ہے یہ مگس کی قے نہیں ہے

---

[1] "پیغام ہدایت در تائید پاکستان و مسلم لیگ" ۔ ص۱۱۲

جس طرح مگس کی قے کہدینے سے شہد کی لطافت اور شیرینی میں فرق نہیں آسکتا۔ اسی طرح حکومت کی نسبت سے الہام بھی اگر حق ہو تو غارت گرِ اقوام نہیں ہو سکتا۔ خود حضرت عیسٰے علیہ السلام رومی سلطنت کے محکوم تھے۔ جن کی نسبت ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ہے۔

ع فرنگیوں کو عطا خاک سوریا نے کیا
نبی عفت و غمخواری و کم آزاری

بلکہ اکثر انبیاء کرام علیہم السلام محکوم اقوام ہی میں مبعوث کئے گئے جس کے خاص اسباب و علل تھے جن کے بیان کی یہاں گنجائش نہیں۔ دراصل نبوّت کی صداقت کا معیار حاکمیت یا محکومیّت پر نہیں ہے۔ بلکہ خود الہام کی نوعیّت پر ہے۔" [1]

شاعر مشرق نے اپنے اس مفروضہ کی بناء پر دوسرا مفروضہ اپنے مخصوص فلسفیانہ انداز میں بایں الفاظ قائم فرمایا ہے۔

"اقوام کی تاریخِ حیات بتلاتی ہے کہ جب کسی قوم کی زندگی میں انحطاط شروع ہوجاتا ہے۔ تو انحطاط ہی الہام کا ماخذ بن جاتا ہے۔" [2]

---

[1] "نوادرات" ص ۱۲۳-۱۲۴۔ [2] "حرفِ اقبال" ص ۱۵۷-۱۵۸ بحوالہ "قادیانیت" ص ۱۹۹

عجیب بات یہ ہے کہ علامہ اقبال جن کی نگاہ میں زوالِ اُمم ہی الہام کا ماخذ ہے۔ اپنی کتاب "جاوید نامہ" کی نسبت لکھتے ہیں۔

"میری رائے میں میری کتابوں میں سے صرف جاوید نامہ ایک ایسی کتاب ہے۔ جس پر مصوّر طبع آزمائی کرے تو دنیا میں نام پیدا کر سکتا ہے۔ مگر اس کے لئے پورے مہارت فن کے علاوہ الہام الٰہی ..... کی ضرورت ہے"۔[۱]

کیا طرفہ تماشا ہے کہ ایک طرف تو الہام انحطاط کا ماخذ ہے۔ اور دوسری طرف جاوید نامہ کو مصوّر بنانے کے لئے اسی ماخذ انحطاط (الہام) سے کام لینے کی تلقین فرمائی جارہی ہے!!

تیسری خصوصیت ہمارے نقادوں کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اصحابِ تنقید صرف اپنا مسلک ثابت کرنے کیلئے اقتباسات کو مسخ کرکے تصرف کرنے سے بھی دریغ نہیں فرماتے۔ اس حقیقت کی متعدد مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ مگر مَیں بطور نمونہ صرف دو پر اکتفا کرونگا۔

۱۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کتاب "نور الحق" میں اُن عیسائی پادریوں پر جو حضرت خاتم النبیّین صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے اور اپنی روش سے باز نہیں آتے تھے۔ ہزار لعنتیں کی ہیں۔ مگر ہمارے ایک نقّاد اُ جو خطیب پاکستان کا منصب رکھنے کے علاوہ حج بیت اللہ سے بھی

---

[۱] "اقبال نامہ" حصّہ اوّل صفحہ ۳۰۴ و ۳۰۵

مشرف ہو چکے ہیں) تنقید کرتے ہوئے حضور کی طرف یہ الفاظ منسوب کرتے ہیں کہ

"جو شخص میری تحقیر کرتے ہیں ان پر میری طرف سے ایک ہزار مرتبہ لعنت ہے"۔[1]

۲۔ انہی صاحب کا کہنا ہے کہ

"مرزا صاحب خطبہ الہامیہ میں لکھتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم تو پہلی رات کا چاند تھے اور میں چودھویں رات کا چاند ہوں"۔[2]

حالانکہ "خطبہ الہامیہ" میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ

"کَانَ الاسلامُ بدءً کالھلالِ وکان قُدِّرَ انّہ سَیَکُونُ بدراً فی آخرِ الزّمان والمآلِ"۔[3]

یعنی اسلام کا آغاز ہلال کی طرح ہوا۔ مگر آخری زمانہ میں یہ مقدّر ہے کہ وہ بدر کامل بن کر چمکے گا۔ ؏

ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا

یہ حضرات اگر صرف بیجا تصرف پر اکتفا کرتے تب بھی کچھ افسوسناک بات نہ تھی مگر اس سے بڑھ کر یہ دردناک المیہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ کہ تحریک احمدیت کی طرف وہ باتیں منسوب کی جاتی ہیں۔ جو سرے سے بالکل

---

[1] آزاد کانفرنس نمبر ۱۹۵۰ء صفحہ ۲۳ کالم ۲۔ [2] ایضاً صفحہ ۲۴

[3] "خطبہ الہامیہ" صفحہ ۱۸۴

بے بنیاد اور سرتاپا بے حقیقت ہیں۔ چنانچہ ایک نقاد جو فاتح قادیان" کہلاتے ہیں لکھتے ہیں:۔

"مرزا غلام احمد قادیانی نے قرآن وحدیث کو منسوخ قرار دیدیا۔"
"مرزائیوں کے قرآن کا نام تذکرہ ہے اور ان کی حدیث سیرت المہدی" ہے۔" [۱]

ایک اور صاحب جو مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے سیرت نگار اور مشہور اہلحدیث لیڈر گذرے ہیں۔ تحریک احمدیت کے عقائد پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

"جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو روحانی معراج ہوا لیکن مرزائے قادیان اسی جسم عنصری کے ساتھ عرش عظیم پر گیا۔"
"توحید کا مسئلہ غلط ہے سورۂ اخلاص ناقابل قبول اور بے بنیاد ہے اور قل ھو اللہ ... کی آیات بینات بے سرو پا ہیں۔ اس لئے کہ مرزا خدا کا شریک اور ساجھی ہے خدا کا باپ اور بیٹا ہے اس نے خدا کو جنا خدا نے اس کو جنا وہ خدا کی نسل سے ہے خدا اس کے خاندان سے ہے۔"
"مرزا کی کتابیں صحف آسمانی کی حیثیت رکھتی ہیں ان کا درجہ قرآن کے برابر ہے۔" [۲]

---

[۱] "آزاد" کانفرنس نمبر صفحہ ۲۷۔ [۲] سیرت ثنائی صفحہ ۱۶۷ و ۱۶۸

یہ اس مقدس گروہ کی راست گوئی کے چند نمونے ہیں جسے منبر و محراب سے وابستہ ہونے کی وجہ سے دنیا بھر کی اصلاح اور امت کی روحانی قیادت و پیشوائی کا ادّعا ہے۔

میرے خیال میں غلط بیانی کے ایسے شاہکار ازمنۂ قدیم و جدید کے کسی بڑے سے بڑے نقاد کے یہاں بھی نہیں مل سکتے۔ پھر سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ یہ سب کچھ اسلام کے دفاع اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی "ختم نبوت" کے تحفظ کے لئے کیا جارہا ہے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

چوتھی خصوصیت ہمارے نقادوں کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ وہ "نبی" کے تصور کے ساتھ ہی نئی شریعت کی آمد کو بھی وابستہ کر لیتے ہیں۔ حالانکہ صرف گنتی کے چند انبیاء نئی شریعت لے کر آئے ہیں۔ نبی تو ایک لاکھ چوبیس ہزار مبعوث ہوئے۔ مگر جمہور مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق کتابیں صرف چار نازل ہوئیں۔ اس نقطہ نگاہ کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ ظلّی نبوت کا نظریہ تکمیل دین کے منافی قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ کہ قرآنی شریعت کا قانون مکمل ہے۔ اب اس میں نہ کسی کمی کی گنجائش ہے نہ اضافہ کی۔ اصل مسئلہ یہ درپیش ہے کہ اس مکمل قانون کی ایک ایک دفعہ پر تہنرہی نہیں ہزاروں وکلاء آپس میں الجھے ہوئے ہیں۔ اب اس خطرناک کشمکش کے ختم ہونے کی یہ تو صورت بہرکیف ممکن نہیں کہ "ہائی کورٹ"

یا "سپریم کورٹ" کے دروازے ہمیشہ کے لئے مقفل کر دیئے جائیں - اور وکلاء کی کوئی ایسوسی ایشن اپنی کثرت رائے سے شاہی فرمان اور اس کے دستور کی تشریح و توضیح کرے - بلکہ صحیح طریق صرف اور صرف یہ ہے کہ خدا تعالےٰ جو اس قانون کا نافذ کرنے والا بادشاہ ہے - اپنے قانون کی توضیح کے لئے اپنی طرف سے ایک جج مقرر کرے - یہی جج حدیث کی اصطلاح میں "امام المہدی" "حکم" "عدل" اور "عیسےٰ بن مریم" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ چنانچہ مسند احمد بن حنبل کی مشہور حدیث ہے -

"یُوْشِكُ مَنْ عَاشَ مِنْكُمْ ان یلقی عیسٰی ابن مریم اماماً مَهْدِیّاً حَكَماً عدلاً" [1]

یعنی قریب ہے کہ جو تم میں سے زندہ ہو وہ عیسےٰ بن مریم سے اس کے امام اور مہدی اور حکم و عدل ہونے کی حالت میں ملاقات کرے۔

پانچویں خصوصیت ہمارے نقادوں کی پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے ذوقِ تنقید کی تسکین کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عموماً ایسی پیشگوئیاں انتخاب کر لیتے ہیں جو انذاری اور مشروط تھیں - حالانکہ اسلامی لٹریچر سے ثابت ہے کہ وعید کی خبریں (خواہ ان کو تقدیر مبرم کا نام بھی دیا جائے) صدقہ دُعا توبہ بلکہ معمولی

---

[1] مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صلالم

رجوع سے بھی ٹل سکتی ہیں اور ٹل جاتی ہیں۔ اس کے مقابل انہیں اُن سینکڑوں پیشگوئیوں کا ذکر تک کرنے کی توفیق نہیں ہوتی جو خدا کے فضل سے پوری ہو چکی ہیں اور اگر کہیں مجبوراً ذکر کر پاتے ہیں تو اسے محض اتفاق کا نتیجہ بتاتے ہیں۔ مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی ؏ "زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار" پہلی جنگ عظیم میں اس شان سے پوری ہوئی کہ ایک محقق کے لئے صرف یہی ایک نشان حق و صداقت کی طرف رہنمائی کے لئے کافی ہے

؎ صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

مگر جناب مولوی ظفر علی خاں نے اس پیشگوئی کے ظہور کو محض اتفاق قرار دیتے ہوئے کہا ؎

زار کی لفظی رعایت نے یہ سمجھایا تھا فضول
زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار
بعد مُدت اتفاقاً چھڑ گئی جنگِ فرنگ
رنگ لائی مدتوں میں گردشِ لیل و نہار
زار سے چھنوا دیا قسمت نے اس کا تخت و تاج
کیونکہ قسمت کا نہیں دُنیا میں کچھ بھی اعتبار
عالم اس کو غیب کے اسرار کا معلوم ہے۔
بادشاہی اور گدائی پر ہے جس کا اختیار [1]

---

[1] ارمغانِ قادیان صفحہ ۱۹-۲

جلسہ اعظم مذاہب (لاہور) کے موقعہ پر دوسرے نمائندوں کے مقابل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق مسلمہ طور پر آپ ہی کا مضمون سب سے بالا رہا۔ جس کا واضح ثبوت یہ ہے۔ کہ پہلے دن کے حصہ مضمون کی غیر معمولی مقبولیت دیکھکر منتظمین جلسہ کو پورا ایک دن بڑھانا پڑا۔ پریس نے اس پر شاندار تبصرہ کیا۔ اور اسے بالاتفاق سب سے فائق قرار دیا۔ مگر مصنف "محمدیہ پاکٹ بک" اس عظیم الشان پیشگوئی پر یوں تنقید کرتے ہیں:۔

"مرزا صاحب نے یہ چالاکی کی کہ گھر میں بیٹھکر کئی دنوں میں ایک طول طویل مضمون لکھا جس کے لئے بانیانِ جلسہ کو وقت مقررہ سے چار گنا وقت دینا پڑا۔ مزہ تب تھا کہ باقی لیکچراروں کی طرح یہ بھی قواعد جلسہ کی پابندی کرتے اور وقتِ مقررہ میں اپنے مضمون کو ادا کرتے۔ پھر اگر یہ مضمون فائق رہتا تو ہم علی الاعلان اعتراف کرتے کہ گو مرزا صاحب کا اپنی کسی قیاسی پیشگوئی میں سچا نکلنا اس کے نبی اللہ ہونے کی دلیل نہیں ......
تاہم یہ پیشگوئی ضرور بہ ضرور شیطانی الہام ہے۔" [1]

چھٹی خصوصیت ہمارے نقادوں کی چھٹی خصوصیت یہ ہے۔ کہ یہ اصحاب حدیث میں بیان شدہ علامات مہدی و

---

[1] "محمدیہ پاکٹ بک" ص ۲۸۹

مسیح کو جو اکثر خواب وکشف کی قبیل سے ہیں۔ بہر نوع ظاہری رنگ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ خواب اور کشف کے ہر امر کا عالم مادیت پر چسپاں ہونا ضروری نہیں۔ پھر پیشگوئیاں عموماً اخفا کے پہلو پر مشتمل ہوتی ہیں اور ان کی حقیقی تعبیر موعود کے آنے سے قبل پوری طرح نہیں کھل سکتی۔ چنانچہ امام الہند جناب ابوالکلام صاحب آزاد اپنی کتاب "مسئلہ خلافت" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"پیشگوئیوں کا یہ حال ہے کہ جب تک ان کا ظہور کامل طور پر نہ ہو جائے ان کے معانی و مطالب کی نسبت کسی قطعی بات کا اختیار کرنا مشکل ہوتا ہے اجتہاد و قیاس کے لئے کسی چیز میں اتنی وسعت نہیں جس قدر پیشگوئیوں میں ہوتی ہے۔ علی الخصوص جبکہ عموماً پیشگوئیوں کا ایک خاص مبہم انداز بیان ہوتا ہے۔ اور نہایت اجمال و اختصار کے ساتھ محض اشارات کئے جاتے ہیں۔ جب تک ان کا ظہور نہ ہو جائے اشارات کی تفصیل اور اوصاف کے انطباق میں طرح طرح کی لغزشیں پیش آسکتی ہیں۔"[۱]

ساتویں خصوصیت ہمارے ناقدین کی ساتویں خصوصیت یہ ہے کہ وہ احمدیت پر تنقید کرتے ہوئے تشبیہ، مجاز، استعارہ، کنایہ اور کشف و رؤیا کو ظاہر پر محمول کرکے عوامی حلقوں کیلئے

---

[۱] "مسئلہ خلافت" صفحہ ۱۰۲

تفریح کا دلچسپ سامان فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مریم، حیض، دردِ زہ اور حمل وغیرہ کے الفاظ قدیم بزرگوں نے کئی مواقع پر رُوحانی استعارات کے رنگ میں استعمال کیے ہیں۔ جن میں مولانا رومیؒ، حضرت شیخ سہروردیؒ، حضرت ابوبکر واسطیؒ، حضرت بایزید بسطامیؒ وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں زمانہ حال کے مشہور فلسفی اور مفکر ڈاکٹر اقبال کا بھی بیان ہے کہ:۔

مجھ میں فکرِ شعر کی جو تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اس کو جنسی تحریک سے بھی مماثل قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور حالتِ حمل سے بھی۔[1]

اب اگر کوئی پرلے درجے کا بد ذوق اور کور باطن طنزاً کہے۔ کہ "بانگِ درا" "بالِ جبریل"، "ضربِ کلیم"، "مثنوی پس چہ باید کرد" اور "ارمغانِ حجاز" ان سب کی "ولادت" علامہ موصوف کے "وضع حمل" کے نتیجہ میں ہوئی ہے تو اس کے عقل و فکر پر ہمیں ماتم ہی کرنا پڑے گا ؎

کیونکر خدا کے عرش کے قائل ہوں یہ عزیز
جغرافئے میں عرش کا نقشہ نہیں ملا

آٹھویں خصوصیّت ہمارے نقّادوں کی آٹھویں خصوصیّت یہ ہے کہ وہ بانئ سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعودؑ علیہ السلام کے ان الزامی جوابات کو جو عیسائی مسلّمات کی بنا پر دیئے

---

[1] "ذکر اقبال" صفحہ ۲۴۶

گئے حقیقی جوابات کی صف میں شامل کر دیتے ہیں جو صریحاً تحکم ہے۔ دشمنانِ اسلام کو ساکت و صامت کرنے کے لئے اسلامی علم کلام میں ہمیشہ اس طریق سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ اور متکلمین اسلام کے اس باب میں متعدد واقعات تاریخ میں محفوظ ہیں جن میں سے بطور نمونہ صرف ایک بیان کرتا ہوں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت لکھا ہے کہ

"ایک دفعہ ایک پادری صاحب شاہ صاحب کی خدمت میں آئے اور سوال کیا کہ کیا آپ کے پیغمبر حبیب اللہ ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں وہ کہنے لگا۔ تو پھر انہوں نے بوقت قتل امام حسین فریاد نہ کی۔ یا یہ فریاد سُنی نہ گئی شاہ صاحب نے کہا کہ نبی صاحب نے فریاد تو کی لیکن انہیں جواب آیا کہ تمہارے نواسے کو قوم نے ظلم سے شہید کیا ہے لیکن ہمیں اس وقت اپنے بیٹے عیسٰے کا صلیب پر چڑھنا یاد آ رہا ہے۔"[۵]

صاف ظاہر ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کا یہ جواب عیسائی مسلّمات کی بناء پر ہے ورنہ یہ لازم آئے گا۔ کہ آپ معاذ اللہ حضرت مسیحؑ کے ابن اللہ ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ حالانکہ یہ سراسر باطل ہے۔ یہی حال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان تحریرات کا ہے جن سے

---

[۵] "رودِ کوثر" از شیخ محمد اکرم ایم۔ اے۔ صفحہ ۵۶۷-۵۶۸

توہینِ حضرت عیسٰے علیہ السلام کا نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ بجائیکہ حضور کی وہ تحریریں عیسائیوں کے مسلّمات کی بناء پر ہیں۔

دراصل انجیلی مسیح اور ہے اور قرآنی اور۔ حقیقی مسیح اور۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی "ہدیۃ الشیعہ" میں لکھتے ہیں:۔

"نصاریٰ جو دعویٰ محبت حضرت عیسٰے علیہ السلام کرتے ہیں تو حقیقت میں ان سے محبت نہیں کرتے کیونکہ دارومدار اُن کی محبت کا خدا کا بیٹا ہونے پر ہے۔ سو یہ بات حضرت عیسٰی میں تو معلوم البتہ ان کے خیال میں تھی اپنی تصویرِ خیالی کو پوجتے ہیں۔" [۱]

اسی طرح سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی عیسائیوں کی نسبت لکھتے ہیں:۔

"حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اس تاریخی مسیح کے قائل ہی نہیں ہیں جو عالم واقعہ میں ظاہر ہوا تھا بلکہ خود اپنے وہم و گمان سے ایک خیالی مسیح تصنیف کرکے اسے خدا بنا لیا ہے۔" [۲]

نقادوں کی چند خصوصیات بتانے کے بعد مجھے اس امر کا بھی اقرار کرنا چاہیئے کہ بعض ناقدین نے سلسلہ احمدیہ کے علمِ کلام کا باریک نظر سے مطالعہ

---

[۱] صفحہ ۲۴۵۔ [۲] "تفہیم القرآن" جلد اوّل صفحہ ۴۹۱

کرنے کے بعد ایسی عمدہ آراء کا بھی اظہار کیا ہے۔ جن سے تحریک احمدیّت کی حقیقت سمجھنے کے لئے کافی رہنمائی حاصل ہو سکتی ہے۔

ایک اہم نظریّہ اس ضمن میں ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کا ایک اہم نظریہ پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ایک موقعہ پر رائے ظاہر کی کہ

"کاش کوئی ماہر نفسیات ایسا کھڑا ہو جو بانی سلسلہ کے الہامات کا قرآن شریف کی آیات کی روشنی میں تجزیہ کرے"۔[1]

اسی نقطہ نظر کو جناب غلام احمد صاحب پرویز نے ایک دوسرے رنگ میں یوں بیان کیا ہے۔

"ساٹھ ستر برس سے مرزائیوں کے ساتھ مناظرے اور مباحثے ہو رہے ہیں۔ لیکن یہ مسئلہ گرداب میں پھنسی ہوئی لکڑی کی طرح اپنے مقام سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھا۔ اگر اس مسئلہ پر خالص قرآن کی روشنی میں بحث کی جاتی تو سارا قصّہ چند منٹ میں طے ہو جاتا۔

لیکن ہمارے ملاّ قرآنِ خالص کو اس لئے سامنے نہیں لاتے۔ کہ اس کی رُو سے اگر مرزائیت ختم ہو جاتی ہے۔ تو اس کے ساتھ ملائیت بھی ختم ہو جاتی ہے"![2]

---

[1] بحوالہ اخبار آفاق لاہور۔ [2] "مزاج شناس رسول" صفحہ ۴۴۴۔

دراصل جناب پرویز صاحب کا قرآنی فکر بالکل جدا گانہ نوعیت کا ہے ان کے نزدیک رب سے مراد خدا کا قانونِ ربوبیت۔ حق سے مراد کسی عمل کا تعمیری پہلو۔ باطل سے مراد کسی عمل کا تخریبی پہلو۔ تقویٰ سے مراد معاشی پروگرام کو مستقل اقدار کے ساتھ ہم آہنگ کرنا اور الحمد للہ میں "اللہ" سے مراد قرآنی معاشرہ ہے۔[1]

پس اگر پورے قرآن مجید کی تفسیر ان کے مخصوص ڈھنگ کے مطابق کی جائے تو "مرزائیت" اور "ملائیت" ہی نہیں اسلام بھی معاذ اللہ ختم ہو جائے گا۔

لیکن اگر خالص قرآن سے مراد واقعی خالص قرآن ہی ہے تو احمدیت کا ایک ایک نام لیوا اس دن کے لئے بڑی بے تابی سے چشم براہ ہے جبکہ مسلمان قرآن کو اپنی دینی تحقیق، اور دینی انتقاد کی بنیاد بنانے کا فیصلہ کر لیں گے۔ اگر ایسا ہوا۔ تو دنیا دیکھ لے گی کہ وہ دن احمدیت کی شاندار فتح کا دن ہو گا۔ کیونکہ قرآن مجید ابتداء سے آخر تک تحریک احمدیت کے نظریات کی پوری پوری تائید کرتا ہے۔

عرصہ ہوا ایک صاحب سے میری ملاقات ہوئی۔ دورانِ گفتگو میں انہوں نے مجھ سے کہا کہ احمدیت کی تمام تر بنیاد روایات اور احادیث پر ہے۔ قرآن مجید سے کسی بھی مہدی مسعود و مسیح موعود کے آنے کا اشارہ

---

[1] نظامِ ربوبیت صفحہ ۸۶ تا ۸۸ و ۱۷۲

تک نہیں ملتا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ میں قرآن مجید کی پہلی سورۃ ہی سے مہدی و مسیح کے ظہور کی خبر بتاتا ہوں۔ آپ اھدنا کے معنے کیجئے۔ کہنے لگے "اے خدا ہمیں ہدایت دے"۔ میں نے پوچھا۔ ہدایت پانے والے کو عربی میں کیا کہتے ہیں۔ بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا "مہدی"۔

مَیں نے کہا حضرت! امت محمدیہ چودہ سو برس سے مہدی بننے کے لئے دعائیں کر رہی ہے۔ اور آپ فرماتے ہیں۔ کہ مہدی کا تو قرآن مجید میں ذکر ہی نہیں ہے۔ میں نے مزید کہا کہ آگے غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ کی دعا بھی ہے۔ آپ نے کبھی اس پر بھی غور فرمایا۔ بتائیے مغضوب کون تھے؟ کہنے لگے یہود تھے۔ میں نے سوال کیا۔ وہ مغضوب کیوں بنے۔ کہنے لگے "انہوں نے خدا کے ایک مسیح کا انکار کیا تھا"۔ میں نے کہا ہمیں جو یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ الٰہی ہمیں مغضوب نہ بنائیو تو کیا اس میں یہ کھلی اور واضح پیشگوئی نہیں تھی کہ خدا کا ایک اور مسیح آئیگا اور لوگ اس کا انکار کریں گے؟ پس سورۃ فاتحہ میں نہ صرف مہدی موعود کی آمد کا واضح تصوّر موجود ہے بلکہ اس کے انکار کئے جانے کی خبر بھی پائی جاتی ہے۔ یہ بات سُنکر انہوں نے اپنی گفتگو کا رُخ بدلا۔ اور خاموش ہو گئے۔

پس ہمارے لئے اس سے بڑھ کر کوئی خوشی کی بات نہیں ہو سکتی۔ کہ خالص قرآن کی روشنی میں تحریک احمدیت کا تجزیہ کرنے کا فیصلہ کر لیا جائے۔ کیونکہ اس فیصلہ سے بے شمار خود ساختہ نظریات پاش پاش

ہو جائیں گے۔ مثلاً نبی کسی کا شاگرد نہیں ہوتا۔ نبی جہاں وفات پاتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے۔ نبی کسی غیر اسلامی حکومت کی سیاسی اطاعت نہیں کرتا اور نہ اس کی مذہبی آزادی کی تعریف کرتا ہے۔ نبی کو صرف اپنی زبان میں الہام ہوسکتا ہے۔ نبی شاعر نہیں ہوسکتا۔ نبی مصنف نہیں ہوسکتا۔ نبی مناظر نہیں ہوسکتا۔ نبی اجتہادی غلطیوں سے منزہ ہوتا ہے۔ نبی نئی شریعت لے کر آتا ہے۔ نبی کا نام مرکب نہیں ہوتا۔ نبی ہمارے ملک میں پیدا نہیں ہوسکتا۔ نبی کے لئے کستوری اور مشک کا استعمال جائز نہیں۔ نبی کا ورثہ نہیں ہوتا۔ نبی کے آتے ہی امت بھی بدل جاتی ہے۔ نبی وہ ہوتا ہے جس پر دیوبند۔ دہلی۔ تھانہ بھون۔ شاہجہانپور، بریلی، ندوہ اور گولڑہ شریف کی مہر تصدیق ثبت ہو وغیرہ وغیرہ۔ یہ اور اس قسم کے تمام مصنوعی معیار قرآن شریف کی روشنی میں ایک سیکنڈ کے لئے بھی نہیں ٹھہر سکتے۔

(مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو "تفہیمات ربانیہ" تالیف منیف مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل سابق مجاہد بلاد عربیہ)

ہمارے نقاد کیا چاہتے ہیں؟

پھر ہمارے نقاد کیا چاہتے ہیں؟ یہ بھی ایک قابل غور بات ہے جس کی طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے ؎

حضرتِ ناصح گر آئیں دیدہ و دل فرشِ راہ
کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا؟

جناب ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب برق نے "حرف محرمانہ" لکھی ہے اس کتاب کا مفصل جواب مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل نے حال ہی میں تحریر فرمایا ہے جو "تحقیق عارفانہ" کے نام سے منظر عام پر آچکا ہے۔ میں اس وقت اس سلسلہ میں صرف یہ تحریر کرنا چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے تحریک احمدیت پر مفصل تنقید کرنے کے بعد احمدیوں کو ناصحانہ انداز میں یہ تلقین فرمائی ہے کہ وہ سوادِ اعظم میں شامل ہو جائیں۔ یہ ہدایت ان کی تمام کاوش علمی و فکری کا حقیقی مقصود اور قافلۂ تنقید کی آخری منزل ہے۔ جہاں آپ احمدیوں کو لے جانا چاہتے ہیں۔

اب آیئے ڈاکٹر صاحب اور دوسرے ناقدین سے دریافت کریں کہ آپ کی نگاہ میں "سواد اعظم" کی "شان مبارک" کیا ہے؟ اس اہم سوال کے جواب میں ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ

"ہمارے ہر فرقہ کا اسلام و قرآن الگ ہے۔ ایک اسلام و قرآن تو وہ ہے جو چودہ لاکھ حدیثوں کے بوجھ تلے دبا ہوا کراہ رہا ہے دوسرا وہ ہے جو مختلف فقہی سکولوں کے نرغے میں پھنسا ہوا ہے۔ اور بچ نکلنے کے لئے فریاد بھی نہیں کر سکتا۔ اور ایک تیسرا اسلام وہ ہے جو حضرات اہل بیت کرام کے لکڑی اور کاغذوں کے تعزیوں کے ساتھ بندھا ہوا کوچہ و بازار میں سالانہ گردش کرتا نظر آتا ہے۔ ایک چوتھا اسلام وہ ہے

جو استخوان فروش مجاہدوں اور پیرزادوں کے حلقے میں ہُو حق کے نعرے لگانے اور حال و قال کی بزم آرائی کے لئے مجبور ہے۔ ان کے علاوہ ایک اور اسلام بھی ہے۔ جس کے بطن سے نئی نئی نبوتیں اور خلافتیں جنم لیتی ہیں۔ کہاں تک گنواؤں مدت ہوئی "مذہب اسلام" کے نام سے حیدرآباد کی چھپی ہوئی ایک کتاب دیکھی تھی جو کم وبیش ہزار صفحات پر مشتمل ہوگی۔ اس میں عجیب و غریب قسم کے بے شمار اسلام بتائے گئے ہیں۔ یہ کثرت اسلام ہا" ایک عالمگیر مرض ہے۔ جس میں تمام مسلمانانِ عالم مبتلا ہیں۔ اور ہر خطۂ ارض میں ہماری پستی و ذلت کا یہی واحد سبب ہے۔ اتنے بے شمار اسلام کہاں سے آ گئے یقیناً محمد رسول اللہ نے ان سب کی طرف دعوت نہیں دی ان کے پاس بالاتفاق ایک ہی اسلام تھا۔" [1]

جناب برق صاحب خود ہی فرمائیں۔ کہ کیا اب احمدی "ایک اسلام" کو چھوڑ کر سوادِ اعظم کے "بے شمار اسلاموں" میں جذب ہو جائیں؟؟ "سوادِ اعظم" کے خدوخال کی نمایاں تصویر جناب علامہ اقبال نے جواب شکوہ میں خوب کھینچی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

---

[1] کتاب "دو اسلام" صفحہ ۲۷ و ۲۸

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدّن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

اسی طرح جناب ابوالکلام صاحب آزادؔ "تذکرہ" میں لکھتے ہیں۔
"یہودیوں کی مغضوبیت، نصاریٰ کی ضلالت مشرکین کی بُت پرستی ائمہ مضلین کی کثرت دجاجلہ فتن و دعاۃ بدعت کا احاطہ، اقتداء بغیر سنّت، اہتداء بغیر ہدی الانبیاء تفرق و تمذہب مثل یہود اور غلو و اطراء مثل نصاریٰ فتنہ شبہات یونان اور فتنہ شہوات عجم۔ فتنہ تماثیل عبدۃ الاصنام اور فتنہ قبور عاکفین کنائس۔ ان میں سے کوئی نحوست اور ہلاکی ایسی نہیں ہے۔ جو مسلمانوں پر نہ چھا چکی ہو۔ اور کوئی گمراہی نہیں جو اپنے کامل سے کامل اور شدید سے شدید درجہ تک اس امّت میں بھی نہ پھیل چکی ہو۔ اہل کتاب نے گمراہی کے جتنے قدم اٹھائے گن گن کر مسلمانوں نے بھی وہ سب اٹھائے حتیٰ کہ "لو دخلوا جحر ضب لدخلتموھا" کا وقت بھی گذر چکا۔ اور آج ہم اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔

وہ وقت بھی کب کا آچکا کہ "یلحق قبائل من امتی تعبد اللات والعزیٰ" ہماری جانیں اور ہماری روحیں اس صادق مصدوق پر قربان کہ واقعی اور سچ مچ مشرکوں سے ملحق ہوگئے

اور دین توحید کا دعوٰے کرنے والوں نے بُت پرستی کی ساری ادائیں اور چالیں اختیار کر لیں۔ اور جس لات اور عزّٰی کی پُوجا سے دنیا کو نجات دلائی گئی تھی۔ اس کی پُوجا پھر سے شروع ہو گئی"۔ [۱]

یہ ہے وہ "سوادِ اعظم" جس کے معتقدات و افعال میں رنگین ہونے کی ہمارے معزّز و محترم نقاد "وحدتِ افکار" کے نام سے ہمیں دعوت دے رہے ہیں۔

ایک زبردست قرآنی صداقت قرآنِ مجید نے یہ عظیم الشان صداقت بیان کی ہے کہ "اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِیَۃٌ بِقَدَرِھَا الخ" (الرعد) یعنی خدائی تحریکات سے ہر شخص اپنے اپنے ظرف اور استعداد کے مطابق شعوری یا غیر شعوری طور پر فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور اس کے علم کلام سے متاثر ہوتا ہے۔ یہ علیحدہ امر ہے کہ اس کے اقرار کی اُسے اخلاقی جرأت ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ جناب مولوی شبیر احمدؐ صاحب عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

"جب وحی آسمانی دینِ حق کو لے کر اُترتی ہے تو قلوب بنی آدم اپنے اپنے ظرف اور استعداد کے موافق فیض حاصل کرتے ہیں

---

[۱] تذکرہ صفحہ ۲۷۸

پھر حق اور باطل باہم بھڑ جاتے ہیں تو میل اُبھر آتا ہے۔ بظاہر باطل جھاگ کی طرح اس حق کو دبا لیتا ہے لیکن اس کا یہ اُبال عارضی اور بے بنیاد ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کے جوش و خروش کا پتہ نہیں رہتا"[1]

احمدیہ علمِ کلام کے وسیع اثرات

ناقدین احمدیت کے لٹریچر کا اگر اس نقطۂ نگاہ سے غائر مطالعہ کیا جائے تو بڑے اہم انکشافات ہوتے ہیں[2] جناب ابوالکلام صاحب آزاد احمدیہ لٹریچر کے اثر سے یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ حیاتِ مسیح کا عقیدہ "اپنی نوعیت میں ہر اعتبار سے ایک مسیحی عقیدہ ہے۔ اور اسلامی شکل و لباس میں نمودار ہوا ہے"[3]

مشہور خاکسار لیڈر علامہ عنایت اللہ خاں مشرقی نے "تذکرہ" میں کھلے الفاظ میں حضرت مسیح ناصری کے صلیب پر زندہ اتارے جانے اور شفایاب ہو کر ہجرت کر جانے کو تسلیم کیا ہے۔

شاعرِ مشرق علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کے کلام سے بھی

---

[1] ترجمہ قرآن مجید صفحہ ۳۲۵۔

[2] غیر مسلم ناقدین خصوصاً عیسائیوں نے احمدیت کے علم کلام سے متأثر ہو کر کیا کیا تبدیلیاں کی ہیں؟ اس کی تفصیل کے لئے ایک الگ مستقل مضمون کی ضرورت ہے فی الحال زیرِ نظر مقالہ میں صرف اسلامی دُنیا کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

[3] "نقشِ آزاد" صـ ۱۰۲۔

احمدیہ تحریک کے اثرات نمایاں ہیں۔ مثلاً آپ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جمالی ظہور کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

ع ہے ابھی باقی مگر شانِ جمالی کا ظہور

یاجوج و ماجوج کے بارے میں ان کا نظریہ احمدیت سے ہی مستعار ہے چنانچہ ان کا شعر ہے :۔

کھُل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشمِ مسلم دیکھ لے تفسیرِ حرفِ ینسلون

سیّدنا و امامنا و مرشدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے فرمایا ہے

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیمؑ
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

جناب اقبال اس نظریہ کو اپناتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

مثلِ کلیمؑ ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لاتخف

پھر فرماتے ہیں :۔

تم میں حوروں کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں
جلوۂ طور تو موجود ہے موسٰی ہی نہیں

مسئلہ وفاتِ مسیح کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کا نظریہ یہ ہے کہ "مرزائیوں (احمدیوں۔ناقل) کا یہ عقیدہ کہ حضرت مسیح ایک فانی انسان کی مانند جامِ مرگ نوش فرما چکے ہیں۔ اور نیز یہ کہ

ان کے دوبارہ ظہور کا مقصد یہ ہے کہ رُوحانی اعتبار سے اُن کا ایک مثیل پیدا ہوگا۔ کسی حد تک معقولیت کا پہلو لئے ہوئے ہے۔"[1]

جناب سیّد ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی تحریرات میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے علمِ کلام کی جس وسیع پیمانہ پر عکاسی ہوتی ہے اس کی تفصیل میں اپنے ایک مقالہ[2] کے علاوہ مطبوعہ تقریر[3] میں بھی بیان کر چکا ہوں۔

اسی طرح "مسئلہ قتلِ مرتد" میں جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے جماعت احمدیہ کا موقف ہی اسلامی مزاج کے مطابق قرار دیا۔ چنانچہ آپ نے لکھا:-

"ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ صورتِ موجودہ میں سنگسار کرنے کا حکم نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ کتب فقہ حنفیہ میں نہ شافعیہ وغیرہ میں۔ اگر اس کا نام سیاسی حکم رکھا جائے تو ہمیں اس پر بحث نہیں۔"[4]

پھر جناب مولوی احمد علی صاحب بانی انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور نے "خلاصۃ المشکوٰۃ" کے حاشیہ پر کسرِ صلیب کی جو تاویل

---

[1] اخبار مجاہد ۱۳ر فروری ۱۹۳۵ء۔ [2] مطبوعہ رسالہ "الفرقان"۔
[3] بعنوان "جماعت اسلامی پر تبصرہ"۔ [4] "اہلحدیث" ۳ر اکتوبر ۱۹۲۳ء صفحہ ۳

کی ہے۔ وہ احمدیہ علم الکلام کے مطابق ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ "مسیح موعود دینِ نصرانیت کو باطل کریں گے۔ اور ملّت حنفیہ پر حکم کریں گے"۔ [1]
حیدرآباد دکن کے ایک مشہور محقق و فاضل ابوالجمال احمد مکرم صاحب عباسی چریا کوٹی رکن رکین مجلس اشاعت العلوم کافی تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ یاجوج ماجوج سے مراد مغربی سیاسی طاقتیں دجال سے مراد پادری اور خرِ دجال سے مراد ریل گاڑی ہے۔ اور ممکن ہے کہ نزولِ مسیح کی حدیث میں کسی مثیلِ مسیح کے آنے کی خبر دی گئی ہو۔ یہ پوری تحقیق ایک عرصہ ہوا وہ اپنی ضخیم کتاب "حکمتِ بالغہ" میں شائع بھی کر چکے ہیں۔ اس مسئلے کا ایک اور پہلو بھی قابلِ توجہ ہے اور وہ یہ کہ احمدیت چونکہ صداقت و حقانیت کا پرچم لے کر اٹھی ہے۔ اس لئے اس کے ناقدین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کی بلند شان اور اسلام کی صحیح تعریف کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی تحریروں سے استفادہ کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جس کی کئی واضح مثالیں موجود ہیں۔ چنانچہ مجلس احرار اسلام کے ترجمان اخبار "آزاد" نے اپنی ایک اشاعت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ مشہور شعر شائع کیا۔

اگر خواہی دلیلِ عاشقش باش
محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

---

[1] "خلاصۃ المشکوٰۃ" صفحہ ۴۳

نیز اقرار کیا کہ تمام انبیاء و مرسلین اور مجددین نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف کی ہے۔ مگر حضور علیہ السلام کی حقیقی تعریف مندرجہ بالا شعر میں ہی بیان ہوئی ہے۔[۱]

مدراس کے ایک عالم مولوی زین العابدین صاحب نے "تعلیم و ترجمۃ القرآن" کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مشہور نظم ؂

اسلام سے نہ بھاگو راہِ ہدیٰ یہی ہے
اے سونے والو جاگو شمس الضحیٰ یہی ہے

میں کچھ تصرف کرکے اپنے نام سے شائع کی۔ اس تصرف شدہ نظم کے چند اشعار بطور مثال عرض کرتا ہوں:-

"قرآن سے نہ بھاگو راہِ خدا یہی ہے
اے سونے والو جاگو شمس الضحیٰ یہی ہے
مجھ کو قسم خدا کی جو ہے ہمارا خالق
ارض و سما کے اندر دینِ خدا یہی ہے
قرآں کی شان و شوکت یا رب ہمیں دکھادے
سب جھوٹے دیں مٹادے بس مدعا یہی ہے"

اسی طرح جماعت اہلحدیث کے خصوصی ترجمان "تنظیم اہلحدیث" (لاہور)

---

[۱] "آزاد" ۹ ۲ دسمبر ۱۹۵۰ء صـ۲

نے ۳۰ جون ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں حضور کی نظم سے

اک نہ اک دن پیش ہوگا تو خدا کے سامنے

معمولی تبدیلی کے ساتھ ایک شاعر المتخلص بہ ندیم کے نام سے شائع کی اور پوری نظم نقل کرنے کے بعد آخری شعر یوں درج کیا ہے

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے ندیم
قدر کیا پتھر کی لعلِ بے بہا کے سامنے

جناب بدرالدین صاحب بدر نے "الانسان" کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی معرکۃ الآراء کتاب "براہین احمدیہ" حصہ پنجم سے سورۃ "مؤمنون" کی پوری کی پوری تفسیر اپنے لفظوں میں درج کی ہے یہ کتاب تاج کمپنی کی مطبوعات میں سے ہے اس سے بڑھ کر یہ کہ ایک اور عالم سید المتکلمین ابوالبیان سید ظہور الحسن شاہ صاحب بریلوی نے "تحقیقات حدیث قرطاس" میں اسلام کی تعریف بیان کرتے ہوئے "آئینہ کمالات اسلام" اور "براہین احمدیہ حصہ پنجم" کی عبارتوں کی عبارتیں نقل کی ہیں اور ان کو آپس میں مربوط کرنے کے لئے ان کو حضور ہی کے یہ دو شعر درج کرنے پڑے ہیں سے

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا
ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا

جو مر گئے انہی کے نصیبوں میں ہے حیات
اس راہ میں زندگی نہیں ملتی بجز ممات

یہ رسالہ فارورڈ بلاک صادقیہ اثنا عشریہ سیالکوٹ شہر نے طبع کرایا ہے۔

غرض کہاں تک بیان کیا جائے احمدیہ علم الکلام کا غلبہ اس کے نقادوں کے دل و دماغ محسوس کرتے ہیں۔ اور وہ اپنے عمل سے اس کی عظمت کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

تحریک احمدیت کی تبلیغی خدمات کا اقرار

مگر تحریک احمدیت کا انقلابی اثر صرف ذہنوں اور دماغوں تک ہی محدود نہیں بلکہ بالغ نظر افرادی کی نگاہیں جب کبھی اس بیش بہا لعل اور قیمتی جوہر کی جھلک دیکھ پاتی ہیں تو زبانوں پر کلمہ حق جاری ہو ہی جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں صرف چند مثالیں ہیں عرض کرتا ہوں:۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال کی رائے

۱۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی ایک نظم میں "آفتاب صدق" کہا اور ایک انگریزی مضمون میں (جو رسالہ انڈین اینٹی کویری جلد نمبر ۲۹ ستمبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۲۳۷ پر شائع ہوا) آپ کو جدید ہندی مسلمانوں کے سب سے بڑے دینی مفکر" کے نام سے یاد کیا۔ اسی طرح اپنے لیکچر "ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر" میں صاف کہا۔

"پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقۂ قادیانی کہتے ہیں"

پھر اپریل ۱۹۳۲ء میں انہوں نے اس رائے کا اظہار کیا کہ

"اسلام کو دنیا میں پیش کرنے کے کئی طریق ہیں۔۔۔۔ میرے عقیدہ ناقص میں جو طریق مرزا صاحب نے اختیار کیا ہے وہ زمانہ حال

کی طبائع کے لئے موزوں نہیں ہے۔ ہاں اشاعت اسلام کا جوش جو ان کی جماعت کے اکثر افراد میں پایا جاتا ہے قابلِ قدر ہے"۔[1]

دوسری طرف اشاعت و تبلیغ اسلام کی اہمیت کے بارے میں خود ہی لکھتے ہیں

"میرے نزدیک تبلیغ اسلام کا کام اس وقت تمام کاموں پر مقدم ہے اگر ہندوستان میں مسلمانوں کا مقصد سیاسیات سے محض آزادی اور اقتصادی بہبودی ہے اور حفاظتِ اسلام اس مقصد کا عنصر نہیں ہے۔ جیسا کہ آج کل قوم پرستوں کے رویّہ سے معلوم ہوتا ہے تو مسلمان اپنے مقاصد میں کبھی کامیاب نہ ہوں گے"۔[2]

مولوی ظفر علی خانصاحب کی رائے

۲۔ مولوی ظفر علی خانصاحب مدیر روزنامہ "زمیندار" نے اپنے اخبار "ستارہ صبح" میں لکھا کہ۔ "جناب مرزا صاحب قادیانی جس کی زندگی کا ایک بڑا مقصد آپ کے دعاوی کے لحاظ سے جو چیز تحریر میں آچکے ہیں مسلمانوں میں وحدت قائم کرنا تھا"۔[3]

آپ جماعت احمدیہ کی نسبت لکھتے ہیں:۔

"اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمتِ اسلام کر کے دکھادی ہے"۔[4]

---

[1] "مکاتیب اقبال" حصہ دوم صفحہ ۲۳۳۔ [2] مکاتیب اقبال حصہ اوّل ص۲۰۹
[3] "ستارہ صبح" ۸ر دسمبر ۱۹۱۶ء۔ [4] زمیندار ۲۴ر جون ۱۹۲۳ء۔

پھر لکھتے ہیں "گھر بیٹھکر احمدیوں کو برا بھلا کہہ لینا نہایت آسان ہے لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ یہی ایک جماعت ہے جس نے اپنے مبلّغین انگلستان اور دیگر یورپین ممالک میں بھیج رکھے ہیں"۔ [1]

موجودہ زمانہ میں تبلیغ اسلام کتنا مشکل کام ہے۔ اس کا اندازہ کرنے کے لئے جناب مولوی ظفر علی خانصاحب ہی کا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں ملک کے نامور ادیب چراغ حسن حسرت اپنی کتاب "مردم دیدہ" میں لکھتے ہیں کہ:-

"ایک دن زمیندار کے دفتر میں کسی نے کہا کہ چین جاپان جرمنی اور فرانس کے لوگ مسلمان ہونے پر آمادہ ہیں۔ لیکن انہیں تبلیغ کون کرے؟ اس پر مولوی ظفر علی خانصاحب نے فرمایا" بات تو آپ نے ٹھیک کہی۔ اچھا سالک صاحب اس مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کیجئے۔ کہ اگر ہم ایک تبلیغی ادارہ کھول لیں تو کیسا ہے" ذرا مہر صاحب کو بھی بلوا بھیجے۔ آ گئے مہر صاحب! ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ اگر یہاں لاہور میں ایک مرکزی تبلیغی ادارہ کھول لیا جائے اور اس کی شاخیں ساری دنیا میں پھیلا دی جائیں، تو کیا حرج ہے کوئی دس لاکھ روپیہ خرچ ہوگا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی کتنی ہے۔ سات کروڑ نہیں آٹھ کروڑ کے لگ بھگ ہوگی اگر ہر مسلمان سے ایک ایک پیسہ وصول کیا جائے۔ تو

---

[1] "زمیندار" دسمبر ۱۹۲۶ء بحوالہ کتاب رہنمائے تبلیغ صفحہ ۱۶۰

کتنے روپے ہوئے؟ ریاضی کا سوال تھا کسی سے حل نہ ہُوا۔ سب ایک دوسرے کا مُنہ دیکھنے لگے۔ اتنے میں مولانا نے کہا۔ آٹھ کروڑ پیسے ہوتے ہیں نا۔ آٹھ کروڑ کو ۶۴ پر تقسیم کیجئے ساڑھے بارہ لاکھ روپے ہوئے۔ چلئے دس لاکھ ہی سہی۔ دس لاکھ بہت ہے، یہ مرحلہ تو طے ہوگیا۔ اب سوال یہ ہے کہ تبلیغ کا کام کن کن لوگوں کے سپرد کیا جائے لیکن مبلّغ بھی چوٹی کے آدمی ہوں مثلاً مولانا ابوالکلام آزاد فرانس جرمنی وغیرہ میں تبلیغ کریں اور ڈاکٹر اقبال کو چین بھیج دیا جائے۔ سالک صاحب اور مہر صاحب مل کے اخبار سنبھالتے ہیں نواب تبلیغ اسلام کا کام کرینگا کچھ دیر تو دفتر بھر میں سنّاٹا رہا۔ آخر ایک صاحب نے جی کڑا کر کے کہا۔ کہ مولینا اس میں کوئی شک نہیں کہ تجویز بہت خوب ہے لیکن روپیہ جمع کیسے ہوگا؟ آخر مسلمانوں سے دس لاکھ روپیہ جمع کرنے کے لئے ایک لاکھ روپیہ چاہیئے۔ آپ کہیں سے ایک لاکھ روپے کا انتظام کر دیجئے۔ باقی کام ہم سنبھال لیں گے۔ مولانا نے فرمایا ہاں بھئی یہی تو مشکل ہے۔ یہ کہکر مُنہ پھیر کر حقّہ کی نَے سنبھالی۔ انگوٹھا انگشت شہادت پر نیم دائرہ بنا تا گھومنے لگا۔ اور اس تبلیغی ادارہ کے اجزاء حقّہ کے دھوئیں کے ساتھ فضا میں تحلیل ہو کے رہ گئے"۔[۱]

---

[۱] "مردم دیدہ" صفحہ ۱۵۳-۱۵۶ از چراغ حسن حسرت کاشمیری دارالاشاعت پنجابیہ لاہور ۱۹۳۹ء

مفکرِ احرار چوہدری افضل حق صاحب کی رائے

۳۔ مفکرِ احرار چوہدری افضل حق صاحب تحریر کرتے ہیں :۔
"مسلمان پبلک کو چاہیئے کہ فتویٰ بازوں سے مطالبہ کریں کہ وہ غیر اقوام میں تبلیغ کر کے غیروں کو اپنا ہم خیال مسلمان بنائیں۔ تاکہ ان پر یہ راز کھل جائے کہ مسلمان کو کافر بنانا آسان اور کافر کو مسلمان بنانا کتنا دشوار ہے۔۔۔ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں دینی مکاتیب ہندوستان میں جاری ہیں۔ مگر سوائے احمدی مدارس کے اور مکاتب کے کسی اسلامی مدرسہ میں غیر اقوام میں تبلیغ و اشاعت کا جذبہ طلباء میں پیدا نہیں کیا جاتا۔ کس قدر حیرت ہے کہ سارے پنجاب میں سوائے احمدی جماعت کے اور کسی فرقے کا بھی تبلیغی نظام موجود نہیں۔۔۔ ۔۔۔۔ آریہ سماج کے معرضِ وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسدِ بے جان تھا۔ جس میں تبلیغی حس مفقود ہو چکی تھی۔ سوامی دیانند کی مذہب اسلام کے متعلق بدظنی نے مسلمانوں کو تھوڑی دیر کے لئے چوکنا کر دیا مگر حسب معمول جلدی خوابِ گراں طاری ہو گیا۔ مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی۔ ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا۔ ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا۔ اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب کا دامن فرقہ بندی کے داغ سے پاک نہ ہوا۔ تاہم اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا۔ جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف

فرقوں کے لئے بلکہ دنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کیلئے نمونہ ہے"[1]

جناب عبدالماجد صاحب دریاآبادی مدیر "صدق" کی رائے

۴- اس سلسلہ میں چوتھی مثال مشہور مسلمان مفکر جناب عبدالماجد صاحب دریاآبادی ایڈیٹر "صدق جدید" کی پیش کرتا ہوں جن کی "سچی باتیں" برصغیر پاک و ہند کے متعدد اخبارات و رسائل میں شائع ہوتی ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"اکبر کا ایک ظریفانہ شعر تحریک موالات کے زمانہ شباب میں ۱۹۲۰ء کا کہا ہوا ہے ؎

صاحب میں سب برائی لیکن وہ خوب چوکس
گاندھی میں سب بھلائی لیکن وہ محض بیکس

موقع کچھ اس وقت بھی ایسے ہی شعر پڑھنے کا ہے قادیانیوں کے سارے عیب ایک طرف اور فعالیت اور تبلیغی جوش و سرگرمی کا ہنر دوسری طرف تو بھاری دوسرا پلہ ہی نکلے گا"[2]

؎ نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزہ تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

دوسرے مشہور زعماء

ان اقتباسات کے علاوہ جناب ابوالکلام آزاد، جناب محمد علی صاحب جوہر، جناب شوکت علی صاحب، جناب

---

[1] "فتنۂ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں"۔ [2] "صدق جدید" ۳۰ جنوری ۱۹۵۹ء

خواجہ حسن نظامی صاحب شمس العلماء مولوی ممتاز علی صاحب۔ مولوی سراج الدین صاحب (ایڈیٹر زمیندار) سید ریاض احمد صاحب ریاض خیرآبادی۔ سر عبدالقادر صاحب، علامہ نیاز فتحپوری، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی، شیخ محمد اکرام صاحب، منشی محمد دین فوق مولف کشمیر، جناب عبدالکریم صاحب برہم مدیر مشرق، منشی محبوب عالم صاحب مدیر "پیسہ اخبار" اور دوسرے مشاہیر نے بھی تحریک احمدیت کی تبلیغی و علمی خدمات پر عمدہ آراء کا اظہار کیا ہے۔ جن کا ذکر جماعتی لٹریچر میں آچکا ہے۔

غیروں کا اندازِ فکر

تحریک احمدیت کی ان زرّیں اسلامی خدمات کے مقابل اس پر تنقید کرنے والے علماء فقہاء کا اندازِ فکر و عمل کیا ہے؟ اس کی نشان دہی جناب مظہر صدیقی کے ان الفاظ سے ہوتی ہے۔ کہ

"تنقید و تعریض کا حق اسی جماعت کو پہنچتا ہے جو خود کوئی ٹھوس کام کر رہی ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی جماعت محض تنقید اور نکتہ چینی کیا کرے۔ اور خود ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہے لیکن علماء کی جماعت نے اپنا منصب بس یہ سمجھ رکھا ہے۔ کہ خود کچھ کریں یا نہ کریں۔ لیکن جو لوگ اسلام کی خدمت کا بار اپنے ذمہ لیں۔ اور اس کی خدمت کو اپنا دین و ایمان تصوّر کریں۔ ان کی غلطیوں اور فرو گذاشتوں کو اچھالا کریں۔ اور موقعہ ملے تو انہیں کافر ملحد اور بے دین مشہور کریں"[1]

---

[1] رسالہ "الجامعہ" محمدی شریف صفحہ ۶۶ تا ۶۹ موتمر نمبر اپریل ۱۹۶۲ء

علامہ شبلی نعمانی نے علماء کی اسی ذہنیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا :-

کرتے ہیں شب و روز مسلمانوں کی تکفیر
بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بیکار نہیں ہیں

کلام اقبال کے مشہور شارح جناب پروفیسر سلیم چشتی نے ایک قدم اور آگے بڑھ کر ان علماء کرام سے دو سوال بھی کئے ہیں۔ جو انہی کے الفاظ میں عرض کرتا ہوں۔

"یورپ اور امریکہ میں تبلیغ کے دروازے اُن پر بکلی مسدود اور آج ان ملکوں میں تبلیغ اسلام کا کام وہ لوگ کر رہے ہیں جن کو وہ کافر قرار دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں پہلا سوال یہ ہے کہ اگر یہ لوگ کافر ہیں۔ تو آپ نے ان کافروں کو تبلیغ کی اجازت کیوں دے رکھی ہے ؟ آپ خود کیوں نہیں جاتے تاکہ یہ لوگ خاموشی کے ساتھ اپنی اپنی دکانیں بند کر دیں ظاہر ہے۔ کالے کے آگے چراغ نہیں جل سکتا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ جن لوگوں کو یہ کافر کلمہ پڑھا رہے ہیں ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ وہ لوگ مسلمان ہیں یا نہیں ؟ اگر وہ مسلمان ہیں تو کافر کسی کو کیسے مسلمان کر سکتا ہے اور اگر نہیں تو آپ کا یہ دعویٰ باطل ہو گیا۔ کہ اگر ایک شخص کلمہ پڑھ لے تو مسلمان ہو جاتا ہے"۔ [۵]

---

[۵] الجامعہ" تعلیمی نمبر صفحہ ۳۵

مصلح ربانی کیلئے ضرورت زمانہ بالآخر یہ بتانا ضروری ہے کہ ہمارے نقاد تحریک احمدیت پر تنقید کرتے ہوئے اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتے کہ انیسویں صدی کا نصف آخر جس میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ ماموریت فرمایا پکار پکار کر ایک عظیم دینی مصلح کا تقاضا کر رہا تھا۔ چنانچہ جناب سید ابوالحسن علی صاحب ندوی لکھتے ہیں۔

"اس عہد کا سب سے بڑا واقعہ جس کو کوئی مورخ اور کوئی مصلح نظر انداز نہیں کر سکتا۔ وہ یہ تھا کہ اس زمانہ میں یورپ نے عالم اسلام پر بالعموم اور ہندوستان پر بالخصوص یورش کی تھی ..... عالم اسلام ایمان، علم، مادی طاقت میں کمزور ہو جانے کی وجہ سے اس نوخیز و مسلح مغربی طاقت کا آسانی سے شکار ہو گیا ..... دوسری طرف عالم اسلام مختلف دینی و اخلاقی بیماریوں اور کمزوریوں کا شکار تھا۔ اس کے چہرہ کا سب سے بڑا داغ وہ شرک جلی تھا۔ جو اس کے گوشہ گوشہ میں پایا جاتا تھا۔ قبریں اور تعزیئے بے تحاشہ پج رہے تھے۔ غیر اللہ کے نام کی صاف صاف دہائی دی جاتی تھی۔ بدعات کا گھر گھر چرچا تھا۔ خرافات اور توہمات کا دَور دَورہ تھا یہ صورت حال ایک ایسے دینی مصلح اور داعی کا تقاضا کر رہی تھی۔ جو اسلامی معاشرہ کے اندر جاہلیت کے اثرات

کا مقابلہ اور مسلمانوں کے گھروں میں اس کا تعاقب کرے۔۔۔۔۔
ایک ایسے نازک وقت میں عالمِ اسلام کے نازک ترین مقام ہندوستان میں جو ذہنی و سیاسی کشمکش کا خاص میدان بنا ہوا تھا۔ مرزا غلام احمد صاحب اپنی دعوت اور تحریک کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔" لہ

وقت تھا وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

ایک افسوسناک مغالطہ انگیزی

مگر یہ حقیقت تسلیم کرنے کے باوجود ہمارے نقاد دنیا کو اس غلط فہمی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ایک ایسے وقت میں جبکہ آسمانی ہادی کے آنے کی ضرورت تھی خدا نے معاذ اللہ ایک کاذب اور مفتری کو بھیج دیا۔ تا امت محمدیہ کو اور زیادہ گمراہی میں ڈال دے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی نکتہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اور جب ان کو کہا جائے کہ عین ضرورت کے وقت میں عین صدی کے سر پر عین غلبۂ صلیب کے ایام میں یہ مجدد آیا جس کا نام ان معنوں سے مسیح موعود ہے کہ جو اس صلیبی فتنہ کے وقت میں ظاہر ہوا۔ تو کہتے ہیں کہ حدیثوں میں ہے کہ اس امت میں تیس دجّال

لہ "قادیانیت" صفحہ ۲۱۸، ۲۲۱

آویں گے۔ تا امت کا خاتمہ کر دیں۔ کیا خوب عقیدہ ہے۔ اے نادانو! کیا اس امت کی ایسی ہی پھوٹی ہوئی قسمت اور ایسے ہی بد طالع ہیں کہ ان کے حصہ میں تیس دجال ہی رہ گئے دجال تو تیس مگر طوفانِ صلیب کے فرو کرنے کے لئے ایک بھی مجدد نہ آسکا۔ زہے قسمت! خدا نے پہلی امتوں کے لئے تو پے در پے نبی اور رسول بھیجے لیکن جب اس امت کی نوبت آئی تو اس کو تیس دجال کی خوشخبری سنائی گئی...... یہ بھی ظاہر ہے کہ اب تک لاکھوں آدمی مرید ہو چکے جنھوں نے دین اسلام ترک کر دیا پس کیا اس درجہ کی ضلالت تک ابھی خدا خوش نہ ہوا اور اس کے دل کو سیری نہ ہوئی جب تک اس نے خود اس امت میں صدی کے سر پر ایک دجال نہ بھیج دیا۔" [۵]

مذاہب عالم کی تاریخ کا کھلا ورق

مذاہب عالم کی تاریخ کا ایک ایک ورق گواہ ہے کہ خدا کے ماموروں، برگزیدوں اور فرستادوں کا "استقبال" ہمیشہ تنقیدی نشتروں، فتنوں اور مخالفت کے طوفان سے ہوتا رہا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارفع ترین مقام

سلسلہ انبیاء میں ہمارے آقا و مولا سید الانبیاء

---

[۵] نزول المسیح" صـ۳۳

امام الاصفیا ختم المرسلین فخر النبیین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی مقدس شخصیت سب سے نمایاں سب سے ممتاز اور سب سے منفرد ہے۔ دوسرے نبی اگر انسانیت کا کمال ہیں تو آپ نبوّت کی اعلیٰ وارفع ترین معراج، آپ وہ تاجدارِ اقلیم رُوحانیت ہیں جس کی کفش برداری تختِ شاہی سے بڑھ کر ہے جس کے گھر کی جاروب کشی کے مقابلہ میں بادشاہت ہفت اقلیم ہیچ ہے۔ جس کی غلامی پر بڑے بڑے بادشاہوں، مدبّروں اور جرنیلوں ہی کو نہیں بلکہ نبیوں کو بھی ناز ہے۔ جس کے محبّوں میں خدا، اور دربانوں میں جبرائیل بھی شامل ہیں۔ جس کے ہاتھ مجسم تقدیر، جس کی آنکھیں انوارِ الٰہی کا طور، جس کی زبان خدا کی قرنا، جس کا دل خدا کا عرش جس کی آواز خدا کی آواز اور جس کا آنا خدا کا آنا ہے۔

شہنشاہ نبوّت پر دردناک مظالم

مگر افسوس کہ خدا تعالےٰ کا یہ سب سے زیادہ محبوب، کائنات کا مطلوب ومقصود مجسم رحمت وشفقت، آفتاب رسالت اور شہنشاہ نبوت، جب مطلعِ عالم پر جلوہ گر ہوا تو انسانیت کے دشمن اور ظلم و بربریت کے خوگر آپؐ کے خون کے پیاسے ہوگئے۔ اور آپؐ کے مظلوم صحابہ کے علاوہ خود آپ پر بھی ایسے ایسے مظالم توڑے کہ آج بھی جبکہ ان لرزہ خیز واقعات پر چودہ سو سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ ان کا تصوّر کرتے ہی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اور روح کانپ اٹھتی ہے۔ آپ کی

عزّت و آبرو اور جان و مال پر حملہ کیا گیا۔ رستے میں کانٹے بچھائے گئے تین سال تک ایک گھاٹی میں محصور کر کے بائیکاٹ کیا گیا۔ گردنِ مبارک پر اوجھڑی ڈالی گئی۔ وطن سے نکال دیا گیا۔ غاروں میں پناہ لینے پر مجبور کئے گئے۔ تلواروں اور نیزوں سے حملے کئے گئے۔ حتیٰ کہ طائف کے لوگوں نے آپ کے مقدس اور نورانی وجود پر پتھروں کی ایسی شدید بارش کی کہ آپ سر سے پاؤں تک خون سے تر بتر ہو کر بیہوش ہو گئے۔ ان بے شمار مصائب و شدائد سے دو چار ہونے کے بعد تب کہیں خدا کی آسمانی بادشاہت زمین پر قائم ہوئی۔

اقتدارِ کفر و باطل کے خلاف روحانی و علمی جنگ

پس آپ کے بعد بھی کوئی ایسا مامور نہیں آسکتا جس کا خیر مقدم عقیدت کے پھولوں، گھی کے چراغوں اور خوشی کے شادیانوں سے ہونے والا ہو۔ جس کے آتے ہی دُنیا کے سب مذاہب اقتدار کی کرسیاں آسانی کے ساتھ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی خادم کے حوالہ کر دیں۔ اور جس کا چہرہ دیکھتے ہی دنیا بھر کے مذہبی وسیاسی لیڈر فوراً حلقہ بگوشِ اسلام ہو جائیں۔ اور وہ روحانی انقلاب جس کے لئے بعض اوقات خدائی جماعتوں کے لئے قرنوں کی جدّ وجہد اور صدیوں کی قربانیاں بھی ناکافی ہوتی تھیں۔ چشم زدن میں پوری دنیا میں برپا ہو جائے۔ یقیناً یقیناً ایسا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جیسا کہ پہلے نوشتوں میں بتایا گیا ہے

آنے والے مسیح و مہدی کو اپنوں کے تنقیدی نشتروں اور بیگانوں کی مزاحمت کے درمیان سے اپنا رستہ بنانا پڑے گا۔ اور جب تک روئے زمین پر کفر، باطل اور بدعت کا اقتدار قائم ہے اس کے چپہ چپہ پر روحانی و علمی جنگ جاری رہے گی ؎

حضرت مسیح موعودؑ کا نعرۂ جہاد

اسی خدائی سنت کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٔ مسیحیت کے ساتھ ہی اعلان فرمایا کہ

"سچائی کی فتح ہوگی۔ اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور خوشی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ پھر چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔ لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اُسے چڑھنے سے روکے جبتک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں اور اعزازِ اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کرلیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے وہ کیا ہے ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور خدا کی تجلی موقوف ہے" [1]

[1] "فتح اسلام" صفحہ ۱۵

وہ لوگ جو مسیح و مہدی کے ظہور کے ساتھ اپنی حکومت و بادشاہت کا خیال جمائے بیٹھے تھے۔ اس نعرۂ جہاد پر سخت جز بز ہوئے اور تحریک احمدیت کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے ہر ناشائستہ اور خلافِ اخلاق حربہ استعمال کرنے لگے۔ جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے نہایت درد مند دل کے ساتھ ان کو صلح کی پیش کش کرتے ہوئے فرمایا کہ آؤ اس بات کا معاہدہ کر لیں۔ کہ ہم میں سے کوئی فریق تحریریہ یا تقریریہ یا اشارۃً کنایۃً سے دوسرے کی عزت پر حملہ نہیں کرے گا۔ اور ایک دوسرے سے تہذیب اور شائستگی سے پیش آئے گا۔ اور فرمایا:۔

" اگر یہ کاروبار خدا کی طرف سے نہیں ہے تو خود یہ سلسلہ تباہ ہو جائے گا۔ اور اگر خدا کی طرف سے ہے تو کوئی دشمن اس کو تباہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے محض قلیل جماعت خیال کر کے تحقیر کے درپے رہنا طریق تقوٰے کے برخلاف ہے۔ یہی تو وقت ہے کہ ہمارے مخالف علماء اپنے اخلاق دکھلائیں۔ ورنہ جب یہ احمدی فرقہ دنیا میں چند کروڑ انسانوں میں پھیل جائے گا۔ اور ہر ایک طبقہ کے انسان اور بعض ملوک بھی اس میں داخل ہو جائیں گے جیسا کہ خدا کا وعدہ ہے۔ تو اس زمانہ میں تو یہ کینہ اور بغض خود بخود لوگوں کے دلوں سے دُور ہو جائے گا۔ لیکن اُس وقت مخالطت اور مدارات خدا کے لئے نہیں ہوگی ...... آئندہ جس فریق کے ساتھ خدا ہوگا۔ وہ خود غالب

ہوتا جائے گا۔ دنیا میں سچائی اوّل چھوٹے سے تخم کی طرح ہوتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ ایک عظیم الشان درخت بن جاتا ہے اور پھول لاتا ہے۔ اور حق جوئی کے پرندے اس میں آرام کرتے ہیں۔"[۱]

وہ گھڑی آتی ہے جب عیسیٰ پکاریں گے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجّال کہلانے کے دن

مصالحت نامہ کی اس دعوت کو ردّ کر کے اس کا ایک ہی جواب دیا گیا۔ اور وہ یہ کہ شائستگی و مدارات یا مصالحت کا کوئی سوال نہیں کیونکہ یہ جماعت مرتد ہے جو مسیلمہ کذّاب کے متبعین کی طرح عنقریب تباہ و برباد ہو جائے گی۔[۲]

آسمان پر احمدیت کی عظیم الشان فتح کی بنیاد

مگر چونکہ احمدیت کی عظیم الشان فتح کی بنیاد خود اللہ تعالےٰ کے ہاتھوں آسمان پر رکھی جا چکی تھی اس لئے مسیح موعودؑ کی وہ آواز جو آج سے پون صدی پیشتر قادیان کی گمنام بستی سے اٹھی تھی۔ اب خدا کے فضل سے پہاڑوں سے ٹکراتی اور دریاؤں کو چیرتی ہوئی ایشیاء، افریقہ، امریکہ اور یورپ میں گونج رہی ہے۔ اور تثلیث و دہریت کے ایوانوں میں ایک زلزلہ بپا ہے۔ اور وہ اسلام کی اس ابھرتی ہوئی قوت و شوکت کو قریب تر

---

[۱] الحکم ۱۰ مارچ ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۴۔ [۲] رسالہ "اظہار حق دعوت مسیلمہ قادیانی"

آتے ہوئے محسوس کر رہے ہیں جو تحریک احمدیت کی شکل میں ظاہر ہوئی ہے اور انشاء اللہ وہ دن بھی قریب ہیں۔ جبکہ اس کے جانباز سپاہی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کا جھنڈا لے کر اشتراکیت ہندومت، عیسائیت اور بدھ ازم کے خود ساختہ قلعوں کو پاش پاش کر دیں گے۔ اور لنڈن، نیویارک، واشنگٹن، اور روما کے تمدن و تہذیب کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائیگی انگریزوں کے متعلق کہا جاتا تھا۔ کہ ان کی حکومت پر آفتاب غروب نہیں ہوتا۔ مگر ہم نے دیکھ لیا کہ یہ دعویٰ ہمیشہ کے لئے باطل ثابت ہو گیا۔ لیکن اس کے مقابل ہم پوری تحدّی سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ آج سلسلہ احمدیہ پر سورج غروب نہیں ہوتا۔ چنانچہ مولوی ظفر علی خاں صاحب نے اس حقیقت کا اقرار کرتے ہوئے آج سے تیس سال بیشتر صاف کہا تھا۔

"یہ ایک تناور درخت ہو چلا ہے اس کی شاخیں ایک طرف چین میں اور دوسری طرف یورپ میں پھیلتی ہوئی نظر آتی ہیں" [۱]

نیز لکھا کہ

"آج میری حیرت زدہ نگاہیں بحسرت دیکھ رہی ہیں۔ کہ

---

[۱] "زمیندار" ۹ر اکتوبر ۱۹۳۲ء

بڑے بڑے گریجوایٹ اور وکیل اور پروفیسر اور ڈاکٹر
جو کانٹ اور ڈیکارٹ اور ہیگل کے فلسفہ تک کو
خاطر میں نہیں لاتے تھے ۔ غلام احمدؐ قادیانی .....
پر اندھا دھند آنکھیں بند کرکے ایمان لے آئے ہیں!![1]

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا

اور اب تو خدا کے فضل سے احمدیت کا دریا طوفانوں کی صورت اختیار کر چکا ہے ۔ جس کی لہروں کو بے مقصد نعروں اور اشتعال انگیز تقریروں سے روکا نہیں جا سکتا ۔ اور نہ "زمیندار"، "آزاد"، "قادیانی مذہب" "تحریک قادیان"، "عشرہ کاملہ"، "قادیانی مسئلہ"، "حرفِ محرمانہ"، "قادیانیت" اور دوسری کتابوں یا اخباروں کے اوراق سے اس کی روک تھام کے لئے بند بنایا جا سکتا ہے ۔

اس تحریک کے لئے اب آگے ہی بڑھنا مقدر ہو چکا ہے
یہ وہ آسمانی تقدیر ہے جسے زمین کی بڑی سے بڑی
طاقت بھی ناکام نہیں بنا سکتی ۔

تحریک احمدیت کے بعض نقاد اپنی تحریروں یا تقریروں سے غلط فہمیوں کا وقتی جال تو پھیلا سکتے ہیں ۔ مگر وہ ان فرشتوں کو نہیں روک

---

[1] "زمیندار" ۹ر اکتوبر ۱۹۳۲ء

سکتے۔ جو خدائے عزوجل کے حکم سے احمدیت کی تائید و نصرت پر مامور ہیں۔ اور سعید روحوں پر نازل ہو کر حق و صداقت کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ ہاں وہ اس آسمانی ٹرانسمیٹر کو بھی بند نہیں کر سکتے۔ جس کی آواز آسمانی نوبت خانے کے ذریعے بلند کی جارہی ہے

حضرت مسیح موعود کا بصیرت افروز خطاب

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی لئے احمدیت کے ناقدین کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

" دیکھو صدہا دانشمند آدمی آپ لوگوں کی جماعت میں سے نکلکر ہماری جماعت میں ملتے جاتے ہیں۔ آسمان پر ایک شور برپا ہے۔ اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچکر اس طرف لا رہے ہیں۔ اب آسمانی کارروائی کو کیا انسان روک سکتا ہے " [1]

پھر فرماتے ہیں:۔

خدا کے مامورین کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں۔ اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ مَیں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤنگا۔ خدا سے مت لڑو۔ یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو۔" [2]

؎ جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

(وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ)

---

[1] اربعین - [2] تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۳

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب مجاہد بلادِ اسلامیہ و مدیر
"الفرقان" کا مکتوب گرامی

(بنام مولوی دوست محمد صاحب شاہد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزم محترم مولوی صاحب! السلام علیکم

جزاکم اللہ احسن الجزاء

نہایت عمدہ انداز میں اور شستہ
رنگ میں آپ نے یہ دلکش مقالہ
ترتیب فرمایا ہے۔ مسلسل حاشیہ
یہ حال ہے کہ اسے مکمل طور پر پڑھے بغیر
واپس نہیں کر سکا۔ اللہ تعالیٰ
علم میں اضافہ خاص فضل سے نوازے۔ آمین

[illegible]

[illegible]

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
پیش لفظ	۲	لارڈ بشپ آف گلاسٹر	۲۵
بین الاقوامی اسلامی تحریک	۵	پادری والٹر	۲۶
حضرت مسیح موعود کا دعویٰ	۸	مسٹر لیوکس	۲۶
ردّ عمل	۸	مسٹر زویمر	۲۷
امام مہدی کی مخالفت سے متعلق پیشگوئیاں	۱۰	پادری ایچ کریمر	۲۷
فتویٰ کفر کی بنیادی وجہ اور اسکا تجزیہ	۱۱	مسٹر بیون جونز	۲۸
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت	۱۳	پروفیسر ٹائن بی	۲۸
امام مہدی کو عیسیٰ بن مریم کہنے میں ایک عظیم الشان فلسفہ	۱۴	شری برہم دت	۲۹
		ڈاکٹر شنکرداس دہرہ	۳۰
ایک عجیب مشابہت	۱۵	برصغیر پاک وہند کے مسلم نقّاد	۳۱
دعویٰ مثیل مسیح کا زبردست روحانی ثبوت	۱۷	ناقدین کے نظریاتی تضاد کی پہلی مثال	۳۲
ایک دلچسپ واقعہ	۱۸	جماعت احمدیہ کو برطانوی ایجنٹ قرار دیئے جانے کا نظریہ	۳۶
تحریک احمدیت کی زبردست مزاحمت	۱۹		
تنقید لغت اور اصطلاح کی روشنی میں	۲۰	فرقہ اہلحدیث کا ملکہ وکٹوریہ کے حضور ایڈریس	۴۰
ہمارا معاشرہ اور فن انتقاد	۲۲	نظریاتی تضاد کی دوسری مثال	۴۲
غیر مسلم نقّاد	۲۵	" " تیسری مثال	۴۴

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
نظریاتی تضاد کی چوتھی مثال	۴۵	شاعر مشرق ڈاکٹر سر محمد اقبال کی رائے	۸۲
" " پانچویں مثال	۴۶	مدیر زمیندار مولوی ظفر علی خاں کی رائے	۸۳
" " چھٹی مثال	۴۸	مفکر احرار چوہدری فضل حق صاحب کی رائے	۸۶
" " ساتویں مثال	۵۰	علامہ عبدالماجد صاحب دریاآبادی کی رائے	۸۷
ہمارے محترم نقادوں کی خصوصیات	۵۴	دوسرے مشہور زعماء	۸۷
پہلی خصوصیت	"	غیروں کا اندازِ فکر	۸۸
دوسری خصوصیت	۵۵	مصلح ربانی کے لئے ضرورتِ زمانہ	۹۰
تیسری خصوصیت	۵۷	ایک افسوسناک مغالطہ انگیزی	۹۱
چوتھی خصوصیت	۶۰	مذاہب عالم کی تاریخ کا کھلا ورق	۹۲
پانچویں خصوصیت	۶۱	آنحضرتؐ کا ارفع ترین مقام	۹۲
چھٹی خصوصیت	۶۳	شہنشاہ نبوت پر دردناک مظالم	۹۳
ساتویں خصوصیت	۶۴	اقتدار کفر و باطل کے خلاف	۹۴
آٹھویں خصوصیت	۶۵	روحانی و علمی جنگ	
ایک اہم نظریہ	۶۸	حضرت مسیح موعودؑ کا نعرۂ جہاد	۹۵
ہمارے نقاد کیا چاہتے ہیں؟	۷۱	آسمان پر احمدیت کی	۹۷
ایک زبردست قرآنی صداقت	۷۵	عظیم الشان فتح کی بنیاد	
احمدیہ علم کلام کے وسیع اثرات	۷۶	حضرت مسیح موعود کا بصیرت افروز خطاب	۱۰۰
تحریک احمدیت کی تبلیغی خدمات کا اقرار	۸۲	——٭——	

مطبوعات
مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ

		روپیہ	پیسے
۱	سیرت حضرت اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا "نصرۃ الحق"	۱	۰۰
۲	سیرت حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ	۱	۵۰
۳	حضرت مسیح پاک کی بیش بہا نصائح	۰	۲۵
۴	اقوالِ زرّیں	۰	۲۵
۵	دینی معلومات	۰	۱۹
۶	جماعت اسلامی کا ماضی اور حال	۰	۷۵
۷	تحریک احمدیت اور اس کے نقّاد	۰	۷۵

ملنے کا پتہ

چوہدری عبدالعزیز واقفِ زندگی

مہتمم مقامی مجلس خدام الاحمدیہ۔ ربوہ

اشاعت اوّل ۶ ہجرت ۱۳۴۵ ہش ۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ : تعداد اشاعت ۱۰۰۰